





رسالہ بیانِ مقبول وردی قادیانی مجہول

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، حامی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سوال تفسیر صاوی ۱ جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔
 جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان
 ان جسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے۔ ”جلد اول، سورہ بقرہ میں زیر آیت ﴿اَفَكُلَّمَا جَاءَ
 رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْتَوٰى اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِقْنَا كَذِبْتُمْ وَفَرِقْنَا تَقْتُلُوْنَ﴾
 لکھتے ہیں قوله كعيسى اى كذبوا ولم يتمكنوا من قتله بل رفعه الله الى
 السماء۔ دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے۔ اور سورہ مائدہ،
 ص ۳۰۰ زیر آیت کریمہ ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
 الْحَذَرُ نُبِئِى وَأَمْنِى إِلَهُيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... الخ﴾ (قوله فى القيامة) وقيل ان
 السؤال وقع فى الدنيا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قيل بالسؤال لا بما
 بعد رفعه الى السماء قوله ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى﴾ يستعمل التوفى فى اخذ الشئ
 وافيا اى كاملا والموت نوع منه قال تعالى ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ
 مَوْتِهَا وَالَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا﴾ وليس المراد الموت بل المراد الرفع
 كما قال المفسر (قبضتنى بالرفع الى السماء) حاصل مافى المقام ان هذه
 العقيدة وقعت منهم بعد رفعه الى السماء وتستمر الى نزوله ولم تقع منهم
 قبل رفعه واما بعد نزوله فلم يبق نصرانى ابدا بل اما الاسلام او السيف
 فتعين ان يكون معنى توفيتنى رفعتنى الى السماء۔

۱۔ تفسیر جلالین کے ادھر حاشیہ ہے ۱۲۔

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے۔ موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے۔ اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بعینہ جسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں۔ اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہ اتر کر دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیا ہوں۔ سورہ اسراء ص ۳۹۵ میں ہے۔ کہ شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات اس طور پر ہوئی۔ کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں۔ مثل صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علی نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔ ونصہ فراہم فی صورة مثالیة کھینٹہم الجسدانیة الاعیسیٰ وادریس والخضر والیاس فانہ راہم باجسادہم الدنیویة لکونہم من زمرة الاحیاء..... الخ.

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے۔
تكون الملل کلہاملة واحدة. یعنی سب دین کا ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ محمد ﷺ کی متابعت کریں گے۔ وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے۔ روز قیامت تک اس سے معلوم ہوا کہ کافر مثل فرقہ ایمان داروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بدقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسیٰ بن مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی

ان کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کر دیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر اہل سب ایمان قبول کر لیں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ”اسلام“ داخل نہ ہوا ہو یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوا۔ اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کئے گئے اور باقی کے مسلمان ہو گئے۔ پس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتكون الملل کلہا ملة واحدة یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمان ہو جائے گا۔ مخالف ان دو آیتوں کے ہے کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اول آیت ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا ولكن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت، لیکن ثابت ہو چکا ہے مجھے یہ قول کہ البتہ پر کروں گا جہنم کو جنات اور بنی آدم کل سے دوسری آیت یہ ہے ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین الامن رحم ربک ولذلك خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین ط اور ارچاہتا رب تیرا اے محمد ﷺ تو البتہ کر دیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف ہوں گے، مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہو چکی ہے۔ بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولی کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے چوں کہ انسانیت اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کر لیا ہے۔ لہذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے اور یہ ہو سکتا ہے کہ سب کو

ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پر کر دیا جائے۔ باوجود اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب ملے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے لوگ بوجہ فتن و فجور کے بیدار ہوں گے۔ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء من رحمہ ربک مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالوں کا یہ متفق نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منصف نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفاک بنیانہم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مر گئے۔ تو چوں کہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبہم مگر یہ کہ گلزے گلزے کٹ جائیں دل ان کے یعنی مرجائیں۔ پس زماں مسیح بن مریم میں چوں کہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک کترا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ

بہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔
جواب: حدیث شریف میں تو "فلا یقبلہ احد" مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت بہات کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقہ حنفی کون السجدة الواحدة خیرا من الدنيا وما فیہا۔ شاہد ہے۔ اس لیے وہ مسلمان ہوئے۔ زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو مثلاً بلہ اظہار حقیقت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ فان قلت السجدة الواحدة دائما خیر من الدنيا وما فیہا لان الاخرة خیر وابقی۔ قلت الغرض انہا خیر من کل مال الدنيا اذ حیث لا یمكن التقرب الی اللہ تعالیٰ بالمال۔ وقال النور بشتی یعنی ان الناس مرغبون عن الدنيا حتی تكون السجدة الواحدة احب الیہم من الدنيا وما فیہا..... الخ (حدیث بخاری ج ۷ ص ۴۲)

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور حدیث دمشق جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور چھوٹی ہے۔ اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔ ﴿اهل ینظرون الا ان تاتیہم الملائكة اویاتی ربک اویاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا لہم نکلن امنن من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا﴾ نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب تیرا یا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب و عذاب اور

جس دن آجائے گی بعض نشانی تیری رب کی نہ نفع دے گا کسی شخص کو اس کا ایمان، نہ اس نشانی کے قبل ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں پہلے اس سے کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہوگی، آہ مرزا انہیں آیات اور ان کی مثل سے سند پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر مگر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کو اکسب قرار دیا ہے۔

جواب: درود ملائکہ زمین پر کئی بار ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور ہوگا قیامت تک۔ اس ہ انکار کرنا بالکل حماقت ہے قرآن شریف میں ہے ﴿فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ دوسری جگہ میں وارد ہے ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ صَيْفِ بْنِ مَرْثَدَةَ﴾ تیسری جگہ میں وارد ہے ﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَ رَبُّكُمْ بَشَرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ﴾ بلیٰ اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿چوتھی جگہ میں وارد ہے ﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ وَجَاءَهُ فَوْزُهُمْ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَنْفِقُمْ هَؤُلَاءِ نَبَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ فِي صَيْفِي مَا أَلَيْسَ لَكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَنَاتِكُمْ مِنْ حَقِّهِ وَإِنَّك لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُهُ قَالَ لَوْ أَنِّي لَأَعْلَمُ لَكُم مَّا تَقُولُونَ﴾ ان سب آیات قرآنی میں مرزا اور مرزائی کے عقیدہ رکھتے ہیں؟ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں، اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین ثابت کر رہی ہیں یا نہیں۔ یہی ”ارواح کو اکسب“ بزم مرزا زمین پر اتاریں تو کو اکسب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوئیں جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ یہ متمثل بصورت بشر مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور

یہ مہمان ابرہیم اور لوط علیہ السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور سب حاضرین مجلس نبوی ﷺ اس سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ کہ اس کے بارے میں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ لَمَّا جَاءَ جِبْرِيلُ ﷺ اَتَاكُمْ يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ لَيْسَ يَتَحَقَّقُ جِبْرِيلُ ﷺ هُنَّ آتَيْنَ تِهَارَةَ پاسبان۔ سکھاتے ہیں تم کو دین تمہارا۔ اور بخاری میں ابن عباس سے ہے۔ قال قال رسول الله ﷺ يوم بدر هذا جبرائيل اخذ برأس فرسه عليه اداة الحرب یعنی حضرت ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا۔ کہ یہ جبرائیل ﷺ ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور وہ معلم جس نے آنحضرت کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی۔ اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا۔ اور سامری نے خاک اس گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی اور وہ شخص جو صورت دحیہ کلیبی صحابی میں آیا تھا۔ اور ایک دفعہ حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ یواہل طائف کو ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آیا یہ سب ارواح کو اکسب ہی تھے؟ خدا را تدرے و مصطفیٰ را جبائے۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا پابے تا کہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کسی معنی مفید مطلب پر وال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تحریف پیدا نہ کریں مرزا کی طرف سے۔

سوال: فرشتوں کا زمین پر آنا جبرائیل علیہ السلام کا متمثل ہونا بصورت بشری اور اپنی اصلی صورت کو چھوڑنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب: ہو سکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکلیہ فنا ہو جانے اور زائل ہو جانے کے پھر اس کو ملتی ہو جب کہ تبلیغ کر چکتا ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ تذلل و صورتوں باہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔ علم منطوق میں ہے الملک جسم نوری بتشکل باشکال مختلفة لا یذکر ولا یؤنث یعنی بخاری "جلداول" میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے واحیاناً يتمثل لی الملک رجلاً پوری کاشف اس وہم کی ہے۔ امام مقدمام یعنی اس کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قول يتمثل ای يتصور مشتق من المثال وهو ان يتكلف ان یکون مثلاً لشیء اخر وشبهها له قوله الملک جسم علوی لطیف يتمثل بای شکل شاء وهو قول اکثر المسلمين وقالت الفلاسفة الملئكة جواهر قائمة بانفسها ليست بمتحيزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی هذا الحديث العاشر ما قبل ما حقيقة تمثل جبرئیل علیہ السلام له رجلاً اجیب بانه یحتمل ان الله تعالى افنى الزائد من خلقه ثم اعاده عليه و یحتمل ان یزيله عنه ثم يعيده اليه بعد التبلیغ نبه علی ذلك امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذهب اهل الحق۔ اور اس جواب کے متصل دوسرا

سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں۔ سوال: جبرئیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جب کہ وقت ملاقات رسول اللہ ﷺ کے دحیہ کلی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے۔ تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی۔ پس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا۔ سوائے روح کے اور اگر وہ روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیہ کلی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبرئیل

علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبرائیل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہو کر جسم صغیر میں آ جاتی تھی جو کہ بصورت دحیہ کلی صحابی کے تھا۔ اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا۔ سوائے روح کے جیسے شہیدوں کی رو میں منتقل ہو کر سبز جانوروں کے جواصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہو جانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے۔ بلکہ پروردگار نے موت جس کی کو عادت کر یہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کے بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہو جائے۔ قال الامام الهمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحديث المذكور الحادی عشر ما قبل اذا لقي جبريل النبي ﷺ فی صورة دحية فاين تكون روحه؟ فان كان فی الجسد الذي له ستمائة جناح فالذي اتى لا روح جبريل ولا جسده۔ وان كان فی هذا الذي هو صورة دحية۔ فهل يموت الجسد العظيم ام يبقى خاليا من الروح المثقلة عنه الى الجسد المشبه بجسد دحية۔ اجیب بانه لا یبعد ان لا یكون انتقالها موجب موته فینقی الجسد حیاً لا ینقص من مفارقتہ شیء ویكون انتقال روحه الى الجسد الثاني كما تنقل ارواح الشهداء الى اجواف طیر خضر وموت الاجساد بمفارقة الارواح لیس بواجب عقلاً بل بعادة اجراها الله تعالى فی بنی آدم فلا یلزم فی غیرهم۔

سوال: آیت ومن نمره نكسه فی الخلق دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واثر گونی بہ

نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ”ایام الصلح“ مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی یا نوے سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے۔ کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی۔ جو پروردگار فرماتا ہے۔ ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ اور ٹھہرے وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کئے انہوں نے نو برس۔ یعنی ۳۰۹ اگر اس آیت ﴿وَمَنْ يُعْمِرْهُ نُنَكِّسْهُ﴾ کا مطلب اس یا نوے برس ہے۔ تو اصحاب کہف کو ۳۰۹ تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے۔ اور اب ۱۳۳۲۔ اور جو گزر گئے۔ پس مجموعہ عمر میں ۱۶۴۱ ہوئی۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی ص ۱۲، جلد ۳ میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان، جلد رابع ۱۰۳ میں ہے۔ ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باتفاق جمہور اہل تصوف و محدثین و بزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبد القادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ جیسا کہ ”فتوح الرحمن“ شرح مسلم الثبوت، ص ۴۱۶ میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس اور حضرت آدم کی عمر (۹۳۰) سال اور حضرت شیت علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سے بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی دو سو تیس برس (۲۲۳)، کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی؟ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی۔ جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارضہ العمر دلائل کرتی ہے وفات عیسیٰ پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہوتا ہے اور مر جاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹا یا جاتا ہے بطرف ارض اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جاہل دار نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔ یعنی اس قسم کی عبارت ومنکم من صعد الی السماء بجسده العنصری ثم یرجع فی اخر زمان۔ قرآن شریف میں کسی جگہ میں وارد نہیں ہے۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہو گیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہ السلام اس آیت کے دو قسم میں سے ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُورِثُ اِلٰی اَرْضِ الْعُمْرِ﴾ داخل ہے اور ارض العمر، کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوصی کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی۔ تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ اور علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ ”اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پرکشوف ہوا ہے۔ علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود و محدود معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جا بجا استدلال کیا۔ اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔ باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہیں الولادة والموت میں۔ حالات متوسط کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئے

کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی۔ جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزعوم ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت کا ہو۔ اور اگر یہی عدم ذکر موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسط میں سے ہے۔ یہی نقل حصر آیت نہیں ہو سکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا وما جعلناہم جسد الا یا کلون الطعام "ہم نے نہیں بنایا ان لوگوں کو ایسے جسم پر کہ نہ کھائیں طعام"۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ کافا یا کلان الطعام "وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے"۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے۔ تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنی "ما یطعم" کے ہیں۔ یعنی جو "چیز طعم" اور غذا ہو کر "مایہ حیات" بنے "طعام" کا معنی فقط گیہوں، جو، برنج وغیرہ خوب ہی نہیں، بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی "نخلہ" (افراد طعام) عام میں سے ہے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایکم منطی انی ایبت یطعمنی ربی ویسقینی۔ بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا "اور کون ہے؟ تم سے مثل میرے کہ رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے"۔ یعنی میں تمہاری طرح آب و دانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارہ نہیں کرتا ہوں کہ فقط معتادہ ماکولات ہی میرا گزارہ ہوں بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح و تہلیل۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو "ابوداؤد، امام احمد حنبل

اور طحاہی نے روایت کیا ہے۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یدجزیہم ما یجزی اہل السماء من التسبیح والتقدیس۔ حدیث کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسا حال ہوگا؟ جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الہی اور تسبیح و تقدیس ہے۔ اسی طرح مؤمنین بھی "سبحان الملک القدوس" کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر انکا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ "انجیل متی" اور لوقا باب ۴ درس ۴ میں بھی حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ "صحف انبیاء علیہم السلام" میں اسی طرح مرقوم ہے کہ "خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عوام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ یاد کروان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر "طعام اور شراب مالوف و معمول" اور بغیر تظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے، اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ انہوں نے کہ مرزا اور مرزائے، انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ بیٹ

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر

اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہیں۔ اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الہی ہے۔ اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واولیٰ صانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا "اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوٰۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں" پس چاہئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد و نوش سے فارغ

ہیں ایسا ہی لوازمِ حمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی باعثِ زہد اور فقیر کے مالکِ نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تسخیر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہ السلام کے اور زکوٰۃ کا معنی مفسرین نے ”تصفیہ نفس طہ“ بھی لکھا ہے۔

سوال: انک میت وانہم میتون بصریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ اور ﴿وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائمہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ”انہم میتون“ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزولِ آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقتِ نزولِ آیت کے داخل اموات ہو گئے ہوں۔

سوال: ”میت“ مشتق ہی موت سے اور حملِ مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا براں چاہئے کہ وہ سب مر چکے ہوں، حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ”قیام مبداء“ کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارو ہے والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شینا

وہم یخلقون اموات غیر احياء وما یشرعون ایان یعثون یہ آیت دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ”سورہ نحل“ کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناء علیہ مراد من دون اللہ سے ”معبودات“ مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔ یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ”ابن عباس اموات“ کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بنا براں مراد من دون اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں گے بغیر تخصیص بتوں کے، تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ”معبودات باطلہ“ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا، بلکہ ملائکہ جو نخلہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے، تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مر گیا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگہ میں سمجھے جائیں۔ یعنی اپنے اپنے اوقات میں حییا کہ ”بیضادی“ اور ”ابن کثیر“ اور ”تفسیر کبیر“ اور ”کشاف او یواتی تفسیر“ میں ہے۔ تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: ”خاتم النبیین“ ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہوا اور آخر زمان میں نزول فرمائے، تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر دررنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ من حیث المطابقة یعنی جس طرح معلومات۔ یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا انصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بعد ظہور میں پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے۔ اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان۔ تاکہ مسلمان واقف ہوں۔

﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ اولاً معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ یا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضروری اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔ اور خنزیر کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے۔ ان کو یک لخت موقوف کر دیں گے“..... الخ

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہیں۔ جو صاحب انجیل ہوئے ہیں۔ کیونکہ استشہاد کے وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہؓ اس حدیث کے بیان کے وقت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل نبی ﷺ کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے۔ افسوس! کہ مرزا بتائیں مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور طلت نذر خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک جگہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔ اور ٹانیا عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں، صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا۔ جو حضرت محمد ﷺ قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر لیو شکن فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کا ابو ہریرہؓ سے نقل کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں شہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ثانیل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا۔ سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔ وكون المعنى واقعيا على وجهه من وجود الكلام لا يستلزم ان يقوم هو المراد من الكلام لان واقعية المضمون شيء آخر. وكونه مراداً شيء آخر فتأمل لدقته۔

پہلی دلیل: رفع جسمی کی ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ بمطوقہ دال ہے۔ نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

دوسری دلیل: رفع جسی کی جب کہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی۔ ﴿يُعِيسِي اِيْنِي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعْكَ اِلَيّْی﴾

پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مال ہے جو کہ رات بھر رورو کر تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسی کی ﴿وَإِنَّهُ لَیَعْلَمُ لِّلْسَاعَةِ﴾ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول مبارک میں ﴿وَإِنَّهُ لَیَعْلَمُ لِّلْسَاعَةِ﴾ فرمایا خروج عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاہد رضی اللہ عنہ ﴿وَإِنَّهُ لَیَعْلَمُ لِّلْسَاعَةِ﴾ قال آیۃ ﴿لِّلْسَاعَةِ﴾ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ۔ تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس دعا کو روایت کر کے آخر کو کہا۔ عن ابی ہریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی مالک و عکرمۃ و الحسن و قتادۃ و الضحاک و غیرہم و قد تواترت الاحادیث عن النبی ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اما ما عا دالا..... الخ

پس ﴿اِنَّہ﴾ کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ و تابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کی رو سے بلکہ ﴿اِنَّہ﴾

کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو کہ سیاقاً متلزماً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَمَّا صَرَ بَ اٰثِنُ مَرِيْمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصُدُّوْنَ..... الخ﴾ اس آیت میں ﴿مِنْہ﴾ کی ضمیر اور ایسا ہی ام ہو اور ان ہو اور انعمنا علیہ اور وجعلناہ۔ یہ سب ظاہر راجح ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ﴿وَمَا اَنَّا كُمْ الرَّسُوْلُ فَخَذُوْهُ رَمَانَهَا كُمْ عَنْہُ فَانْتَهَوْا﴾ اور آنحضرت ﷺ نے مجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص زمین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو وجہ اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے بے چوں و چرا کے۔ اور جب کہ رفع جسی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا۔ تو اب ہرگز انا جیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاسمہ شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ ”انا جیل“ میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود۔ بایں قول کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ..... الخ﴾ کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَلٰكِنْ شَيْءٌ لَّهُمْ﴾ اور ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِيْنًا﴾ بل رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے ہو چکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرمادیا تھا کہ ”اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی مددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے۔“ پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا

چاہا لیکن غلطی تابوت تشریف لائے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔ استدلال الکادیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقولہ تعالیٰ ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم﴾ بان خلت بمعنی ماتت والرسول جمع معروف بالام الاستغراق۔ فلذا فرع علیہ افان مات الخ اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت اولم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفریع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبیہا ﷺ فی لفظ الرسل المذكور قطعاً۔ وذلک بالاستغراق۔ וכذا صحة موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفریع الاخص علی الاعم مع ان التفریع یتعقب استلزام ما یتفرع علیہ المتفرع۔ ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص۔ فالتفریع الواقع فی قولہ تعالیٰ یتستدعی تحقیق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت۔ ومن کون الجمع مستغرقا وبعد کلتا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتج هذا القیاس المؤلف من المقدمتین القطعیتین ان المسیح مات۔ وهو المطلوب والدلیل علی الصغری قولہ تعالیٰ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ وقولہ ما للمسیح ابن مریم الارسل۔ وامثاهما من الایات وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیة برسالته علیہ السلام۔ والدلیل علی الکبری المقدمتان الممہدتان المذكورتان لانه متى كان الخلو بمعنی الموت۔ وقد اشد الی الرسل وثبت کونه جمعا۔ فیندرج فیہ المسیح علیہ السلام قطعاً۔ فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبری

ثبت مانحن بصددہ۔

فارسی ترجمہ: ونیست حضرت محمد ﷺ مگر فرستادہ پروردگار بہ تحقیق گذشتہ انداز قبل آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام پیشینیاں آیا۔ پس اگر آنحضرت ہمیرند یا قتل کردہ شوند شما بازروید۔ بر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقویر واصلاح تقریر باین طور میکنیم کہ قولہ خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفہ است۔ بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا کہ اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد۔ زیرا کہ صحت این تفریع موقوف است بر داخل بودن نبی ﷺ در لفظ الرسل۔ واین ادخال وقتی باشد کہ ال استغراقی باشد ونیز صحت این تفریع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا کہ اگر درمیان موت وخلو تغائر باشد وخلورا از موت عام گیریم لازم آید۔ تفریع اخص براعم۔ حالانکہ تفریع وقتی درست باشد کہ متفرع علیہ را متفرع لازم باشد وظاہر ست عدم استلزام اعم للاخص۔ پس وجود تفریع در آیت کریمہ مقتضی تحقیق دو امرست یک خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل۔ جمع مستغرق ازین هر دو مقدمتین یک را صغری برائے شکل اول۔ دوم را کبری برائے آن میکنیم وشکل اینست عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ست۔ وهر رسول مرده است وازین قیاس مرکب از دو مقدمہ قطعیہ

این نتیجه بر آمد که تحقیق عیسی علیه السلام مرده است. و همین مطلوب بود. و دلیل بر اثبات صغری این که فرموده باری تعالی در حر عیسی علیه السلام در قرآن و رسولا الا بنی اسرائیل قوله تعالی «ما المسیح ابن مریم الارسل» و المثل این دو آیت دیگر آیت نیز هستند و رسول بودن حضرت عیسی علیه السلام از اجماع امت ثابت ست. و دلیل بر اثبات کبری آن دو مقدمه اند که اصلاح و تمهید ایشان اولاً کرده شده زیرا که چون خلو بمعنی موت شد و نسبت او بطرف الرسل کرده شدو آن جمع است. پس مندرج میشود. در لفظ الرسل مسیح علیه السلام قطعاً. پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسی علیه السلام در ضمن کبری پس مطلب قادیانیان ثابت شد و اگر چه ایشان را طریقه استدلال معلوم نبود اماما استحسانا و تبرعا حتی الوسع از طرف ایشان تقریر علمی مهذب بیان نمودیم و اکنون. جواب او برین طور میدهم.

فاقول فی الجواب المختصر بعون الله تعالی و توفیقه ان الخلو فی قوله تعالی قدخلت عام لكل مضی من الدنيا. اما بالموت اوبغیر الموت فصح التفريع وان لم يموت عیسی علیه السلام وهذا ظاهر جدا وهذا الجواب وان كان مختصرا ولكنه فيه كفاية لذوی الدراية.

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذیلا این هر دو مقدمه که برائے کبری دلیل آورده شدند مسلم نیستند- استحاله عدم صحت تفريع درین صورت که هر دو مقدمه مذکوره یا فقط يك مقدمه مفقود باشد نیز

مسلم نه و نیز ما این استدلال را باین طور مخدوش میکنیم که این استحاله مطلقا لازم آید سلمت المقدمتان کلتاهما او منعنا وسند المنع الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالی «قَدْ خَلَتْ»..... الخ» لیس بمعنی الموت لیفرح المستدل والا لیقع التعارض الحقیقی فی کلام الله تعالی وهو يدل على عجز الشارع وانه محال فی جنبه تعالی فمستلزم المحال محال وصورته ان الایة الکریمه «سَنَۃُ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ» معناه علی زعم المستدل سنة لاوقد ماتت وتوفت والایة الکریمه «وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا» فان معناه ان السنة الالهية والطريقة السبحانية الربانية لا یتغیر من حال الی حال و بین مفادیهما کما ترى بل معناه المضی لشی کما جاءت به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قدخلت بمعنی ماتت وتوفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقيقة الخلو باعتبار اللغة المضی فقط کما ارشد الله تعالی فی القرآن العظیم فی المنافقین «وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَیْطَانِهِمْ..... الخ» «وَإِذَا خَلَا بِعَضُوبِهِمْ إِلَى بَعْضٍ» وظاهر ان المراد منه فی هاتین الکریمتین لیس معنی الموت وکذا لفظ الخلو فی قوله تعالی «وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ» وفی قوله تعالی «كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا مَّا اسْلَقْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ» ولا يخفى ان المراد من خلو السنن والایام لیس معنی الموت بل المراد مضیها وهذا معنی يقع صفة الزمان اولاً وبالذات يقال قرون خالية وسنن ماضية ويقع صفة الزمانیات ثانيا وبالعرض ای توصف الاشياء التي فی الزمان بالمضی بعلاقة الظرفية

والمظروفة. وایضا قال الله تعالى ﴿وَإِذَا لَقُّوْكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا
عَلَيْكُمْ الْآثَامَ﴾ (پاره ۳، رکوع ۳) وایضا. قال الله تعالى ﴿وَأَنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا
فِيهَا نَذِيرٌ﴾ فمعنى الخلو فى هاتين الايتين الماضى مطلقا لا الموت ۱۲ فمعنى
الاية ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اى مضت الرسل من قبل محمد ﷺ
سواء كانوا امواتا كآدم ونوح و ابراهيم وموسى عليهم الصلوة والسلام او لا
كادريس وخصر والياس عليهم السلام فعلى هذا التحقيق مابقى تمسك
للمستدل والحمد لولى الحمد ايضا.

اگر معنى خلوموت گرفته شود چنانکه قادیانى میگوید. پس این
خرابى هم لازم آید که تعریف شه باخص و اخفى باشد زیرا که هر
گاه فى الواقع نزد اهل لغت معنى خلوگزشتن و رفتن است. پس موت
يك قسم از آن معنى باشد چرا که گذشتن صادق مى آید بر هر يك قسم
از اقسام انتقال مکانى اگر از بلندی به پستی رود آن انتقال موسوم
به خفض است و برعکس آن رفع ست یا از قدام بطرف خلف
و برعکس آن یا از یمن بطرف شمال و برعکس. و هر قسم موت را
شامل ست موت بقتل باشد یا بلا قتل. پس ما اگرچه الرسل را جمع
مستغرق تسلیم بکنیم هم موت مسیح لازم نمى آید زیرا که خلو
گزشتن که عام چیز است اگر چه برائى هر فرد نوع رسول ثابت ست.
اما مستلزم این امر نیست که هر قسم این عام برائى هر فرد نوع رسول
ثابت گردد.

والتمسك على تقدير تفسير الخلو بالموت دون الماضى
بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها
فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير
فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ
الاحكام الالهية فكان تقدير الكلام ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ اِى
مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين
المتين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى عليه السلام او ادريس او بالموت كما
حكما به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرى
قلوبكم والتصریح. بالثانى موافقته للواقع ومطابقته لتقدير الله تعالى
وذكر. الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لثبوت
جواز الارتداد وعلى كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضا
وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثر وقوعه بين الانبياء
السابقين كما دل عليه قوله تعالى عز وجل ﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾
فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدر مراد الانتفاء
ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة بظهور عدم توافقه القضاء
والواقع والعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه. فظهر ان المتفرع فى
الحقيقة هو ثبوت جواز الارتداد على تقدير احاد الشقوق الثلاثة المصدرة
وذلك الامر الدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى الماضى فلا يلزم تفريع
الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى مرادا من لفظ الخلو

بل يلزم تفريع احد المتساويين على الآخر ذاجئ كما يقال رايت زيدا انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلية والجزئية فيفرع على هذا المفصل انه انسان والارتياب في تساوى هذا المجمل وذالك المفصل وفي صحته وتفريع احدهما على الآخر والامران اللذان حكمنا بمساواتهما. وكون احد هما متفرعا والآخر متفرعا عليه. هو ثبوت خلوك كل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقيق واحد من الشقوق فان النسب انما يقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجوديين او سلبيين اويكون احدهما وجوديا والآخر سلبيا ولا يلزم توافقهما في الثبوت او العدم والدليل على لزوم ذالك النفي للخلوان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه والا يلزم ان لا يخلو زمان من الرسل وذاباطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة معنى المضى من لفظ الخلو من قوله ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ هذا.

السؤال: لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنيا وشرف دار الآخرة وشاع هذه السانحة في المدينة المنورة طاف عمر رضي الله عنه في السكك وجعل يقول ما مات رسول الله ﷺ ولا يموت ومن قال ان محمدا ﷺ قد مات الخ الحديث كما في المشكوة وغيرها من الصحاح. وانكر اشد الانكار فاستدل ابو بكر صديق الله ﷺ على موت رسول الله ﷺ بهذه الآية

الكريمة ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ..... الخ﴾
الجواب: ليس موضع استشهاد الصديق رضي الله عنه في هذه الآية قوله تعالى ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ بل قوله تعالى ﴿إِنَّا نَمَاتُ﴾ لان كلمة "ان" باعتبار اصل الوضع لا يدخل الاعلى الامور التي يمكن تقررها ويجوز وجودها لا الامور التي تاتي عن التكون والتقرر كما هو واضح على من طالع بحث معاني الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت على رسول الله ﷺ انتفى نقبضه وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابي بكر بن الصديق بكلمة ﴿إِنَّا نَمَاتُ﴾ يؤيد ان الصديق حين الاستدلال بموته ﷺ تلا قوله تعالى عز وجل ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

واما تمسكهم بالمقدمة السائرة على الستهم ان كل جمع معرف باللام يستغرق الافراد باسرها ايضا باطل لان لفظ الملائكة في قوله تعالى ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ لو كان حاويا للافراد كلها بحسب القاعدة فكان ذكر كلهم اجمعون مستدركا كا وكذا لفظ الملائكة في الآية الكريمة ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يَشْرِكُ الْإِلهَ﴾ ﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ الْاَيَةُ﴾ ليس بمستغرق الافراد كلها بل المراد منه بعض الملائكة واذا انتقضت كلية الكبرى بنقض هذه المواضع انتقض القياس فلا ينتج بموت المسيح لانقضاء المشروط بدون الشرط هذا.

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفريع على تقدير عدم

الاستغراق غير وارد في الحقيقة لان المقصود من الكريمة في قوله تعالى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ان محمد ﷺ ليس الا بشراً وجنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ما ثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افرادة بل لا يتخلف اقتضاء الذات من الذاتيات. فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض يستلزم امكانه لباقي الافراد فهذه المهمة.

اعني ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلة الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان. بان يقال المسيح رسول وجنس الرسول قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضممة الى صغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية والا المحذور الشرعي من ثبوت موته ﷺ في الزمان الماضي لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة. وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغرقا فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدي المقدمتين فقط. فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعها معا اظهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية وگرا آن هر دو مقدمه قادياني بطور تنزل تسليم بكنيم اول مقدمه اين كه بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقى. دوم مقدمه اين

كه لفظ خلورا بمعنى موت بگريم براين تقدير نيز الزام عدم صحت تفريع نميرود. چنانكه بر تقدير عدم زيرا كه لفظ الرسل بصورت گرفتن اوجمع مستغرق وخلو بمعنى موت رسول اكرم ﷺ راشامل نمى باشد بوجه اين كه در آيت ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ خلو ومضى انبياء پيشينييان عليهم السلام قبل از رسول اكرم ﷺ بيان كرده شد كه ايشان عليهم السلام موصوف به سبقت مضى از رسول ﷺ اند ورسول اكرم ﷺ موصوف بتاخر اند وظاهر كه اين سبقت ديگر انبياء عليهم السلام از رسول الله ﷺ وتاخر رسول الله ﷺ از ايشان اين هر دو زمانى اند كه متقدم بامتاخر جمع نمى شود وكذا عكس آن پس سرورعالم ﷺ بوصف خلو موصوف نشدند بوقت نزول آيت كريمه والا يلزم تقدم الشى على نفسه للزوم قوله تعالى ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ الاخبار بقبالية الشى على نفسه ومع عدم اتصافه ﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به كان من شأنه يمكن له ان يخلو فى الاتى كما خلوا فاذا تقرر كونه ﷺ فاقد الوصف الخلو حين خلت الرسل لم يندرج فى تلك الرسل الخالية حينئذو يلزم على عدم اندراجهم ﷺ فيهم عليهم السلام بالنظر الى ذالك الوصف عدم صحة التفريع بحسب الظاهر فلا يتعدى الحكم منهم اليه صلى الله عليه وسلم لان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يرجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو بالموت ولا ادعاء الاستغراق والله يهدى من يشاء الى

صراط مستقيم.

الحال ظاهر کرده میشود که هر جوابی که ازین القادیانی مارا دهد همان جواب از طرف ما باشد و باز مارا فضیلت حاصل ست زیرا که ماسوائے این دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق وجواب مقادیانی را نافع نیست بوجه این که جواب ما برچنان امر دلالت میکند که مدعا ونقیض مدعائے قادیانی را شامل ست وامکان چیزیست. چنانکه وجود آن شیء رامقارن باشد همچنان عدم آن شیء رانیز وثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل

ثم اقول (وبه نستعين) اگر تسليم كنيم كه آيت ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ دلالت ميكند بر موت همه انبياء عليهم السلام سوائے سرور عالم ﷺ پس ديگر آيت كريمه ﴿ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ دلالت ميكند كه سوائے حضرت عيسى عليه السلام همه پيغمبران مرده اند وقت نزول آيت حتى كه رسول اكرم ﷺ نيز بوجه اين كه الرسل مستغرق جميع افراد گرفته شد بر رائے قادياني واين صريح كذب ست زیرا كه نزول اين آيه كريمه وقت حيات رسول الله ﷺ شده فكون الالف واللام للاستغراق يستلزم المحال فيكون محالا لان مايلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح ﷺ تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور

المذكور والمحال الشرعي الغير الواقع لم تصدق النتيجة في استدلالهم العاطل اللاطائل ولما بطل كون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجميع افراد الرسل بماحررنا ثبت ان ال للجنس يعنى جنس رسول ﷺ از قبل رسول اكرم ﷺ مرده اند. اگرچه مسيح تا حال نمرده. اما بمثل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد بالجمله از آيت ﴿ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حيات مسيح عليه السلام ثابت شد همچنين از آيت ثانيه ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ سوائے ثبوت رسول اكرم ﷺ حيات عيسى عليه السلام نيز ثابت شد زیرا كه جنس بر قليل وكثير هر دو صادق مي آيد چه ضرورت كه در آيت ثانيه عيسى عليه السلام را داخل کرده حكم موت دهيم.

فان قيل ما المانع من اخذ الاية الاولى دالة على حيات عيسى عليه السلام. والثانية دالة على موته مع انه يمكن ان يشمله ال جنسا.

اقول: نصب القادياني نفسه مقام المستدل ولا ينفع المستدل احتمال بل للمستدل الزوم والوثوق على ان اثبات الحكم من القرآن من عند نفسه بدون التصريح في التفسير قول بالرأى والقول بالرأى في القرآن ضلالة لورود النص في ذلك.

ثم اقول عنه عن اصل استدلال القادياني بان كون عيسى عليه السلام مستثنى لا يخل في اثبات المدعى لان مزعوم المخاطب في واقعة احد

وحادثة موت النبي ﷺ كان براءة النبي من عروض الموت. اى كان مزعوم المخاطب لاشئ من الرسل بهالك سابقة كلية ولدفعه يكفى موجبة جزئية. لانها صريح نقيض لها ومنه اظهر ان الرسالة ليست بمنافية للموت فصورة الاستدلال هكذا الموت ليس بمناف للرسالة. لانه لو كان منافيا لما توفي احد من الرسل لكنه مات عدة من الرسل قبله ﷺ الخ والمقصود الاصلى من الكلام ابطال مزعوم المخاطبين باثبات نقيض مزعومهم. فانهم كانوا يزعمون رسول الله ﷺ بريئا من الموت بسبب الرسالة ففي ترديده. قال ﴿وما محمد الا رسول﴾ يعنى ان محمدا ﷺ ليس ببرئ من الموت نعم انه رسول وللرسالة ليست بمنافية للموت لانها لو كانت منافية له لما مات احد من الرسل ولاكن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهر ان قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائية للقياس الاستثنائي لا الكبرى للشكل الاول لانه مع قطع النظر عن تركيب الشكل الاول لا يصح المضمون. فان مراد ابي بكر الصديق على هذا التقدير يكون هكذا محمد ﷺ مات بالفعل لانه رسول وكل رسول من قبله مات وظاهر ان موت كل رسول لا يقتضى موت محمد ﷺ بالفعل لوجود هذا المقتضى من ابتداء الولادة الشريفة فكان ينبغى ان يتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا (عدة من الرسل) لان آية ﴿بل رفعه الله اليه﴾ مخصصة لعمومها. هذا.

ثم استدلال القاديانى على موت عيسى عليه السلام بقوله تعالى ﴿يعيسى انى متوفيك ورافعك الى﴾ وقوله تبارك وتعالى. ﴿فلما

توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم﴾ ويقول تعالى ﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه﴾ ويقول تعالى ﴿وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته﴾
الجواب: والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث يستدعى بسطا ووسعا لا تحتمله هذه الرسائل العجالة اما بحكم مالا يدرك كله لا يترك كله فلذا كتبت الجوابين احدهما مختصرا. وثانيهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفى المأخوذ من الآيتين الاوليين بمعنى القبض وانه عام لكل قبض وان كان مع الجسد ثم لادلالة فى الواو على الترتيب ويقع الموت اجماعا بعد النزول وهكذا الرفع عام لما هو بالجسد كما سيأتى عليك فى الجواب المفصل ويزيل اشتباهك فى العاجل والآجل فانتظره والآية الرابعة يحتمل عود الضمير فى موته الى عيسى عليه السلام وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فمابقى للمستدل الا ورطة الجهل والضلال.

ثم اقول مفصلا مستقيضا من الالهام الصحيح ان التوفى عبارة ان اخذ الشئ وافيا وماخذه ومادتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل المأخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه. وان اختلفت الصيغ والابواب كاعتبار الجزء فى الكل الا ترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل او الاضافة بين العالم والمعلوم او نسبته ذات اضافة كذائيه او الصورة الحاصلة او الحالة الادراكية او تحصيل صورة الشئ على حسب تنوع آرائهم وهذا المعنى يكون داخلا فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذالك المأخوذ من تصرفات المجرد

اوالمزید فان علم مثلاً بصیغة الماضی المعلوم معناه انه حصلت للفاعل صورة الشئ المعلوم فی الزمان الماضی وهذا علی الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بینه وبين ماعلمه وهذا علی التفسیر الثاني وقس علی ما مثلناک به باقى الاصطلاحات فیما شتمال مفهوم علم الماضی علی المفهوم المصدر ونسبته الی الفاعل والزمان یکون مفهومه کلاً ومفهوم المصدر جزء ففيه التركيب من ثلاثة اجزاء وکرن النسبة الی الفاعل والزمان جزئین عام فی جميع ما اشتق من المصدر المجرد او اشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان یکون کل ما اشتق من ذالک المجرد او ما اخذ منه واشتق من الماخوذ منه سواء کان فعلاً او غیره کک فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الی الزمان لا توجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وکلنا النسبتين لا توجد ان فيه لانسبة الفاعل ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد. وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاک تعدى الان الی ما لم يتعد الیه فی صورته الاصلية لمادته ففيهما التركيب من جزئین ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصیغة الماضی مثلاً ففيه یکون التركيب موجوداً من اجزاء اربعة اولها العلم اى المصدر المجرد. وثانيها ما هو مقتضى باب الافعال. وثالثها النسبة الی الفاعل اى العالم. ورابعها الزمان واذا حوت مادريت من هذه المذكورات فلامفردک من الايمان علی ان الوفاء داخل فی مفهوم التوفى لکونه ماخوذاً منه وان اقتضاء "باب التفعّل" وهو الاخذ ايضاً معتبر

فيه فالكلمات التى تؤخذ من التوفى لها اشتمال علی اربعة اشياء لدلالتها علی الزمان كلفظ توفيت والالفاظ التى لاتدل علی الزمان فالتركيب فيها من ثلاثة اجزاء كلفظ متوفى ولا يقال ان متوفى صیغة اسم الفاعل. وکل صیغة اسم الفاعل لابد فی معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسليم کلیة الکبرى لعدم الزمان فی اسم الفاعل الغير العامل اى لابد من الزمان لاسم الفاعل الذى هو عامل لا مطلقاً ولفظ متوفى ليس هنا بعامل لا يقال انه عامل هنا لان الکاف فی متوفیک مفعول لمتوفى لانا نقول ليس بمفعول بل هو مجرور محلاً لاضافة المتوفى الیه كما لا يخفى فان قلت المضاف عامل والکاف معمول قلت نعم. اما مرادنا ليس ان کل عامل سواء کان يعمل بالاضافة او غيرها لابد فيه من الزمان بل المراد العامل الذى هو غير المضاف. واما العامل المضاف کالمتوفى ههنا فلا يتضمن زماناً كما نص علیة النحاة فی اسفارهم وبالجملة فالصیغ الماخوذة من المصدر لابد ان تكون مشتملة علی اصل المصدر سواء کان تركيب معناها من تلك الاجزاء تركيا حقيقياً كما هو المشهور او تركيا تحليلياً. كما هو الحق الابلج فمعنى الشمول ان اعتبار الجزء الاعتبارى من هذا لکل الاعتبارى جائز. فاذن المعنى الذى يقصد من لفظ التوفى او مما اشتق منه فهو علی تقدير کونه مجرداً عن معنى "الوفاء" لا یکون معنى حقيقياً للفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن کله والایلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فی حکم الكل مع

انتفاء ما هو فی حکم جزئہ وذا باطل بالبداہۃ فاذا لم یکن ذالک المعمر المراد معنی حقیقیا لذلک اللفظ لابد ان یکون معنی مجازیا اذ اللفظ المستعمل فی المعنی لایخلو عن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالک الحکم بارتفاع مفہوم الماخوذ۔ فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء ای جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلک الصیغة سواء کان دخول ذالک الجزء فیہا بالوضع الشخصی او بالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران۔ والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق۔ فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علی وزن مفعول فهو یدل علی من وقع علیہ الفعل۔ فاذا لم یکن بد لکون المعنی معنی حقیقیا حال کولہ مرکبا من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعہ وتحقق المعنی المجازی انتفاء واحد من تلک الاجزاء لانه کما ینتفی الکمل بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منها فالآن مامر من البحث الشریف والتحقیق۔ التحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنی المتوفی هو الاخذ بالوفاء والتمام وذلک معناه الحقیقی لتحقق جمیع مالا بد منه للمعنی الحقیقی بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قولہ تعالیٰ خطابا یعیسیٰ ابن مریم الصلی علیہ وسلم عیسیٰ انی متوفیک ورافعک یکون معناه علی الحقیقة ان یا عیسیٰ انی اخذک بالکلیة والتمام۔ ترجمہ یوں ہے کہ ”تو فی“ کا معنی لغت کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں (وفا ہے۔ قاعدہ مقررہ

لہ ہے۔ کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گوان کی صورتیں اور یہ مختلف ہوں ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔

یکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے۔ یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اس کو لوہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے، کہ فلا نے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلا نے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالیہ معلومیہ) حاصل ہو گئی ہے۔ اسی طرح پر اور اس میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے۔ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزدوں سے ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر، دوم زمانہ۔ سوم فاعل کی نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جزئیں۔ ”ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو۔ یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو۔ ماخوذ ہو۔ تحقیق ہوں گے البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے نہیں بلکہ افعال میں۔ نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے۔ اور نہ زمانہ کی جانب ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب

افعال کا مقتضاء جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا ہے۔ لہذا اس میں دو جزء متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے، ”اعلم بصیغہ ماضی“ متحقق ہے اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ ایک علم جو ”مصدر ہے“۔ دوم باب افعال مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ ہا تفعل کا مقتضاء جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ ”توفی“ ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے کہ تو فیت پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ ان کی تین جز ہوں گی۔ دیکھو متوفی اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ جو جو صیغہ مصدر سے لیا گیا ہو۔ انہیں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو خیالی کہیں گے حق بھی یہی ہے حق بھی یہی ہے۔ تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزء اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا ہوا ہے۔ پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ موضوع لہ کے بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں، تو باوجود انتفاء جز، کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آئے گا کہ جو حکماً کل ہے۔ وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقتہً یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال

ا شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ ماس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقع پر ہے کہ جب ہا دونوں ملتا یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت اتی متوفی میں جو متوفی ہے انہیں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پر مال ہے اس لئے کہ ”متوفی“ کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محذوف ہے۔ نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

نا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔ تب ہی مجازی ہوگا۔ نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جب کہ اس انتفاء مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخص یا وضع نوعی کے ایہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال ”مشتق“ کی ہوا کا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو اول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی یہ کہ مرکب ہو۔ وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں حقیقی نہیں کہائے گا۔ اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کیلئے ایک جز کا بھی انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منقشی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جز کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے لاغیر بھی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ جس کی حقیقی ہونے کو ضرورت ہے۔ وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفا، دوم لے لینا، سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس آیت ﴿يُعِيسِي اِيْنِيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں۔ یا کہ اے مسیح میں تم کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا کسی مضمون کے واسطے معین کر دینا یا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا، سو وضع ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع کہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ مذکور کا لفظ ذات لے کیلئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع لے بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخص ہوا یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخص ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا یہی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جز کی طرح داخل ہے۔ اور وہ دیوار موضوع لہ وضع شخصی ہے وضع اولیٰ وہ ہے جو حضرت مصطفیٰ علام نے خود بالتصريح فرما دیا ہے فرض کہ جس طرز پر چننا فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہوا۔ تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم

و کذا المراد في قوله تعالى حكاية عنه فلما توفيتني كنت انت
الرفيق عليهم هو الاخذ بالتمام.

وذا لا يوجد الا في الرفع الجسدي لانحصار الاخذ بتمامه في
هذا الرفع دون الرفع الروحي لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع
كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحي غير جائز نعم لو اريد بالتوفى
اخذ الشيء مجرداً عن معنى "الوفاء والتمام" بان يكون عدم الوفاء ماخوذاً
فيه او بان لا يكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه او لم يقارنه واعتبار عدم
الوفاء يغاثر عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحي لكن
على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى
الثاني من قبيل عموم المجاز.

ترجمہ: ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي..... الخ سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن کجا
اللفظ پر جو پورا اور تمام مقبوض ہونا صادق آتا ہے تب ہی ہے کہ وہ بحسدہ اٹھائے گئے ہوں نہ اگر
ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک
حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر ہاں یہ ہر گز کہو گے توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں
اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفائے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا
کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہونا
ہو وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا برآں توفی کا اطلاق
رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر یہی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔

۱۔ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصطفیٰ
تقدس بآبہ تعلیم نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ"۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا۔ وہ حقیقی اور جہاں مقارن نہیں ہوگا وہ
مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲ مترجم

والفرق بين اعتبار عدم الشيء وبين عدم اعتبار ذلك الشيء انما هو
بالخصوص والعموم وكل من هذين الاطلاقين مجازى لا يصار عليه
الا بقريئة صارفة عن ارادة معناه الحقيقي الاصلى والقريئة غير موجودة
فلا بد من ان يحمل على الحقيقة دون المجاز. ومن المعلوم ان ملاك كون
اللفظ حقيقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان يكون الوضع وضعاً
نوعياً. فان استعمل اللفظ في المعنى الموضوع له الشخصى او النوعى كان
حقيقة والا كان مجازاً والمشتقات لتركيبها من مادة وهيئة موضوعتين
اولهما بالوضع الشخصى وثانيتهما بالوضع النوعى تكون دلالتها على
ردى یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ
فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے، جز جو کچھ ہے، سو ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں
تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا
قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو، ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر
کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی یہ ظاہر ہے کہ
حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی
وضع معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا پس مشتقات جو ایسے مادہ
اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔
بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔

۱۔ دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ وہی دیکھو: درود کے آہیں میرل
جانے سے ہو گئے ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو مفعل کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے
محمول پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضا، سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا تین مجموعہ ہے۔ مفعل کے وزن
پر بھی ہے۔ ۱۲ مترجم

معنی اصل المبدأ بمادتها بالوضع الشخصی وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعی.

ولكونها مركبة بهذه الصفة لابد لكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولايكفيها في كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلاثة: بانتفاء الوضع الشخصی عن معناه الحقيقي الى معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعی فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدري وبانتفاء كليهما كما لو اطلق الناطق واريد به المدلول. فلفظ «متوفيك» او لفظ «توفيتني» ان حمل على معنى الاخذ بالتمام الذي لا يكون الا يرفع الروح والجسد نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع تحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبداء کا موضوع نہ دراصل وضع شخصی ادراک کلیات و جزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منٹھی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کیلئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے متفسر ہے کہ لفظ متوفیک۔ توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے۔ کونسا معنی ان سے مراد لیں گے اگر ”پورے طور پر لے لیتا“ مراد ہے۔ تو یہ روح و جسد دونوں کے

یکون حقيقة لتحقيق مدار الحقيقة من كلا الوضعين

وان حمل على معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه. بان يكون عدمه قيد الاخذ او بان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصی ومن المقررات والمسلمات ان المصير الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة. ودعوى تبادر التوفی فی معنى الامانة وجعل التبادر قرينة لكونه حقيقة فی الامانة غير مسلم لانه لو ارید بتبادره فی هذا المعنى التبادر مع عدم اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع نہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمت سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ”متوفی“ سے مارنا بھی سرب الفہم ہے۔ سرب الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ ”متوفی“ سے بلا قرینہ مارنا مرنا متبادر ہے، سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے، مارنے میں بلا قرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا، مارنا بمعہ قرینہ متبادر

القرينة فذلك اول النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من وارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قرينة وان اراد به التبادر مع القرينة فذلك مسلم ولكن علامته الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضمامها والا يكون كل مجاز مستعمل حقيقة.

فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفى وقع في القرآن بمعنى الامانة فانما وقع مع القرينة لابدونها. فان حمل التوفى على الموت. في قوله تعالى ﴿حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ﴾ بقرينة اسناده الى الموت وفي قوله عز وجل ﴿فَلْيَتَوَفَّكُم مِّلْكُ الْمَوْتِ الَّذِي رَبَّكَ بِكُمْ﴾ وفي ﴿اِنَّ﴾ ہے البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلا قرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعنی قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔

لہذا لفظ کی تقسیم حقیقت و مجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا پر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ”توفی“ کا لفظ بلا قرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے۔ لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یتوفیہن الموت) یعنی وہ مرتے ہیں۔ لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ ”توفی“ کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ (دیکھو یتوفاکم ملک الموت ان الذین توفہم الملائکۃ، توفہم الملائکۃ طیین، توفتہ رسلنا، رسلنا یتوفونہم، یتوفی الذین کفروا الملائکۃ فکیف اذا توفہم الملائکۃ۔ یعنی ”تم کو ملک الموت، موت کا مزد چکھا

الذین توفہم الملائکۃ ظالمین انفسہم﴾ وفي ﴿تَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ﴾ وفي ﴿توفتہ رسلنا﴾ وفي ﴿رسلنا یتوفونہم﴾ وفي ﴿یتوفی الذین کفروا الملائکۃ﴾ وفي قوله تعالى ﴿فکیف اذا توفَّیہم الملائکۃ یضربون وجوہہم﴾

اسنادہ الى الملك المؤکل فی الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسنادہ الى الملائکۃ القابضة للارواح قرينة صارفة وفي قوله تعالى ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾ لسؤال المعية بالابرار وفي قوله عز وجل ﴿تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ﴾ سؤال حسن الخاتمة قرينة كذلك وفي ﴿فَاِذَا نُفِثَ بَعْضُ الَّذِي نَعْلَهُمْ اَوْ تَوَفَّيْنِكَ فَالْيَا يَرْجِعُونَ﴾ قرينة التقابل اذا دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزد چکھا یا۔ موت کا ذائقہ انکو ملائکۃ الموت چکھا کریں گے۔ ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزد چکھائیں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا۔ جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرآن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مستند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ”ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر“۔ اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت (توفنا مسلمین) کہ ”اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا“۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت ﴿فاما نرینک بعض الذی نعد ہم اوتوفینک فالینا یرجعون﴾

يعتبر في احد المتقابلين يعتبر عدما في المتقابل الاخر. كما اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها. اعني السكون والارب ان الحيوة معتبرة في نرينك اذ الالة بدون حيوة الرائي غير متصور فباعتبار عدمها في مقابله وهو نتو فينك

وفي قوله تعالى ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ والاخرى يترصدن وكذا في قوله ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ الالة. قرينتان اولهما في الالة السابقة. وثانيتهما لزوم الوصية وكذا التقابل

يعني يا رسول اكرم ﷺ يا توهم آپ کو وہ بعض امور۔ ”کہ جن کا ہم کافروں کو عدو دیتے ہیں۔ دکھا دیں گے یا موت کا ذالک آپ کو چکھا میں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو، تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتحل ہونا معتبر ہے اور اس کے ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ ”پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارائت) کا مقابل نتو فينک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ اوائت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتو فينک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو اور نہ تقابل کیا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔

اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ (دیکھو) ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَوْنَ بِالْأَنْفُسِ أَرْبَعَةً أَشْهُرًا وَعَشْرًا﴾ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کیلئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عداۃ الموت کاٹیں۔ ”دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے

فی ومنکم من یتوفی وقید حین موتہا فی قوله تعالى ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا. وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ قرینہ علی المعنی المجازی.

وفي هذه الالة الامانة والانامة كلتاها مرادتان الابطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقرر من امتناعه في الاصول. ولانه ليس شيء من الامانة والانامة معنی حقیقیًا للفظ التوفی حتی يلزم ذالك من اجتماعه مع الاخر لا بطريق عموم المجاز كما في قول القائل لا يضع قدمه في دار فلان فانه يحث سواء دخل من غير رفع المقدم كما اذا دخل راكباً او مع الوضع كما اذا دخل ماشياً حافياً وسواء دخل في الدار المملوكة ايك بيبيوں کو چھوڑ مریں۔ دوم عداۃ الموت کا کٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیبیوں کو چھوڑ مریں دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يَتَوَفَّى﴾ میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ یعنی خداوند تعالیٰ ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً

اس میں حین موتہا قرینہ ہے۔ یا در کھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اسٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا۔ یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہر حال حاثث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت

لفلان اولدار المستعاره او المستاجرة لفلان ويخصص هذا القول بمعناه الحقيقي حتى ينحصر حثه في الدخول حافيا وفي الدخول في الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازي حتى ينحصر حثه في الدخول في غير الدار المملوكة لفلان وفي الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقا في دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك او بالعارية او الاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقي والمجازي كليهما. وهذا هو عموم المجاز و ارادة كليتهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقي نہیں رکھتا ہے۔ پس اسکا حاث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں لگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حاث ہوگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلاں کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پن کے ہی۔ یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حاث ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حاث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں توفی سے سلا نا مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلا جب توفی سے سلا نا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا۔ وہ تعلق منسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلا نا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا۔ وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلا شک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کما مر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور ترویج دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردہ ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ ترد اس

من الاخذ بالکلیۃ والاخذ بالبعضیۃ فان کونہما مراد تین لیس الامن حث ارادة الاخذ بالبعضیۃ. بان یراد بالتوفی سلب تعلق الروح بالبدن عللًا یوجب الادراک الاحساسی او تعلقًا یوجب الحیوة فان کان الاول مسلوبا بدون الثانی وهذا هو الانامة وان کان الثانی ومن لوازمہ کونہ متضمنًا لسلب الاول فهذا هو الامانة ودوران ذلك التعلق بین الاحساس و بین الحیوة. لیس کدوران الشئ بین التقبضین بل کدورانه بین امرین یکون احدهما اخص والاخر اعم. ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانی ویقال وجوبًا کل حساس حی بدون عکس کلی فلا تنافی فی اجتماع الاحساس والحیوة فی الحيوان بل فی ارتفاعہما عنه وتضمن رفع التعلق الثانی لرفع التعلق الاول لا یقتضی نفی سماع الاموات ملرز پر ہے کہ جس طرح پرشی نقیضین کے درمیان مردہ ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ”ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب: ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا سننا بمعنی

بعض لوگ حنیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنیوں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں۔ تو اسے حنیو ائم کیوں سارے ہوئے کے تامل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت اب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سارے ہوئے کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ قوت حساسیہ سے سننے کے معنی ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی ادراک ہیں۔ ۱۲ مترجم

اذ سماعهم الذى نحن مثبتوه هو بمعنى ادراك ارواحهم وذلك ثابت بالادلة القطعية لامجال لاحد فى انكاره. وهذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع فى ضمن ارتفاعها. وهو السماع العادى الذى لا يمكن الابقوة جسمانية عصبانية ولا يقول احد بتحقيقه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالادلة الشرعية والعقلية غير مرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهر ان التقابل الذى بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين. فان كون الحيوة امراً وجودياً ظاهراً واما الموت فلانه اثر للامانة والامانة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعها عبارة عن القطاع ذلك التعلق و الانفصال والتخريب كل ذلك وجودى. ويدل على كونه وجودياً قوله تعالى خلق الموت والحيوة لان

ادراك روحانى ہے۔ چنانچہ اولہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپیدا نہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت و حیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنے ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”ہم نے موت کو پیدا کیا ہے“ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے

الموت لو كان عديمًا لما تعلق به خلق اذ لا يقال للعدم مى انه مخلوق فان المخلق هو الجعل والايجاد وعدمية عدم الحيوة عدماً ثابتاً باللازم للموت لاتصير الموت عديمًا لظهور عدم استلزام عدمية اللازم عدمية الملزوم الاترى الى الفلك. فانه ملزوم لعدم السكون عند الفلاسفة ولا يلزم يكون لازمه هذا عدميا كون الفلك عدميا ونظائره اكثر من ان تحصر.

وهذا ما قلنا من ان التوفى ليس حقيقة فى الامانة لان الامانة لا يوجد فيها الاخذ بالتمام بل الاخذ فى الجملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيوانى وليس اخرى منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة. يكون قوله عز وجل ﴿يُعِصْنِي اِنِّى مُتَوَقِّئُكَ﴾ دليلاً لنا لا له و يؤيده العطف بقوله ﴿وَرَأَيْتُكَ اِلَى﴾ اذ کہ موت اگر عدی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ عدم الحیوة اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدی ہونا موت کے عدی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السكون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے علیٰ ہذا التیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھا لی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ

المراد به الرفع الجسماني والا فما وجه تخصيصه بعيسى عليه السلام لعموم الرفع الروحاني كل مومن وحمله على هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عز وجل ﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ غير صحيح لان المذكور في تلك الاية هو رفع المسيح نفسه وفي هذه الاية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشيء نفسه وبين رفع درجته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبنته اوشيناً آخر مما يتعلق به.

ومع ثبوت التغاير بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هذا يقال ان واجب هواء آيت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الخ ﴿هَارِے لَے دِل ہوتی نہ تادیانیوں کے لئے اس کا ہمارے لئے دِل ہونے کو﴾ ﴿وَرَأَيْتُكَ اِلٰی﴾ کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح عليه السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا ”مرفوع“ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح عليه السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھا لیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہوا اٹھا لیا

من نودی وخطوب بالضمائر هو عيسى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الاتباع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكّل الاول من ان عيسى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الاية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى عليه السلام هو المصداق للمرفوع. وهذا عين ما ادعيناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضا لركان روح عيسى عليه السلام مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده في ايدي الكفرة ولحصول مرادهم ولاهانونه فلم يصح قوله تعالى ﴿وَمُطَهَّرَكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ فان الامانة ليس تخليصاً وتطهيراً من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايضاً لهم الى مناهم وغيابته ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شے کا رفع اور ہے بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الخ ﴿میں مناد اور مخاطب کا مرجع خود مسیح عليه السلام ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح عليه السلام ہی مناد اور مرجع ہوئے تو متوفی مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے جس پر یہ صادق ہے۔ اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے، نتیجہ مسیح عليه السلام ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح عليه السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اے مسیح عليه السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار

متمناہم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع في هذه الاية الرفع الروحاني وهل لا يعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمري ان هذا الشيء عجيب يتعجب منه كل لبيب واستدل ايضا بقوله تعالى ﴿وقولهم اناقتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم﴾ وان الذين اختلفوا لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الاليومنين به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا ﴿

سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا؟ لہذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا جسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب جسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔ قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اسکے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔ اسکا بیان

مبث حمل الرفع على الرفع الروحاني. وقال يرجز الضمير المجرور لمتصل بالباء في قوله تعالى ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين يكون عيسى مقتولا مصلوبا ويرجع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابي ثم وجهه بتوجيهين آخرين وحكم على كليهما بالصحة. والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر في قوله تعالى قبل موته اي قبل الايمان بموته فيكون معنى الاية ان كل كتابي يؤمن بان قتل عيسى مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعي الذي وقع في الزمان لماضي.

والتوجيه الثاني ان كل كتابي كان يؤمن ويعلم قطعا بانهم

ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے میں شک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اسکے بعد دو تو جہیں کرتا ہے۔

پہلی توجیہ کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے، ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقینا جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ

لقد رافى صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر قدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

شاہدوں کی قتل عیسیٰ و لیس قتلہ الاعلیٰ سبیل الشک والظن۔ وذلک
ای ایمانہم بکونہم شاہدین کان قبل ان مات ﷺ۔ والحاصل انہ
والحال ان عیسیٰ حی ای قبل ان مات کانوا شاہدین فی قتلہ۔ ولم یک
حصل لہم قطع لقتلہ بل کانوا قبل ان مات یوقنون بمشکوکیہ قتلہ۔ ولم
هذا الاستدلال انظار شتی۔ اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل
الرفع فی الآیۃ علی الرفع الروحانی غیر صحیح۔ اذ الکلام وقع بطریق
قصر الموصوف علی الصفة علی نحو قصر القلب وهذا مشروط بتنافی
الوصفین کما اذا خاطب المتکلم رجلا بعکس ما یعتقد مثل ما قام زید بل
قعد لمن یظن بقیامہ۔ وظاهر ان القیام والعود ومتنایان واشترط التنافی
اعم من ان یکون شرطا لحسنہ اولا صله ومن ان یکون التنافی تنافیا فی
کے کرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر
کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح ﷺ
وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس حصر اور
قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم
ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں، بلکہ بیٹھا ہے۔ پس
دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔
ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔ بے
شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر
کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ

نفس الامراء فی اعتقاد المخاطب علی حسب تعدد الآراء وانما کان قوله
تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ علی نحو قصر القلب لانہم کانوا
یدعون ان عیسیٰ مقتول فتخاطبہم اللہ تعالیٰ بعکس ما زعموا من انه مرفوع
لامقتول کما زعمتم فیجب التنافی بین وصفی القتل والرفع وذلك
لا یتصور الا اذا کان مرفوعاً حال کونہ حياً۔ اذ منافاة الرفع حال الحیوۃ۔ ای
الرفع الجسمانی للقتل ظاہر بديهی لا یتحتاج الی تنبیہ فضلاً عن دلیل۔
واما اذا کان الرفع رفعاً۔ روحانیا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل
لا یتحقق التنافی بین الرفع والقتل لان کل احد یعلم قطعاً ان من قتل فی
سبیل اللہ فهو مرفوع بالرفع الروحانی باجماع المذاهب فحینئذ یتوجب
اجتماعہما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامری والاعتقادی ایضاً ارتفع
جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح ﷺ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے
ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل
کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح ﷺ قتل کئے گئے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان
کے برعکس فرمایا کہ مسیح ﷺ تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح
ﷺ کو وصف مرفوعیت میں قصر و حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا
کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح ﷺ بحسد مرفوع
ہوئے ہوں کیونکہ رفع بحسد بد اہۃ منافی قتل ہے، مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں
گے۔ جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ
میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا
گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔ تو

التنافي رأساً، فلم يصح القصر أو لم يحسن.

فاما ان يقر بكون هذا الكلام نزل رداً لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصراً للقلب ووجوب التنافي بين الوصفين في قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربية بالجملة لا بد له اما من القول برفعه عليه السلام حيا واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثاني ان ارجاع المضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسى دون عيسى ليس باولى من ارجاعه اليه فاختياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلا مرجح بل ترجيح للمرجوح

منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنا بر آں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

لہذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب، قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح عليه السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آئے گا۔ مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح عليه السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کر لے، دوسرا اعتراض پہلی ضمیر کا مشکوکیت القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح عليه السلام کے جانب پھیرنے سے ادلی نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ پھر مشکوکیت کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

وهذا افحش من ذالك مع انه يكون المعنى على هذا ان كل كتابي يؤمن بان المسيح مشكوك القتل وان قتله ليس بقطعي كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى لا يستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسى عليه السلام في عنوان الجملة الاسمية وتاكيد بان صريح في كونهم مدعين بقتله ولذا رد الله عز وجل ادعائهم هذا بقوله عز وجل ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ اذ لو لم يكن لهم الادعاء لكفى في ردهم ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ ولم يزد عليه قيد ﴿يَقِينًا﴾ فالقول بانهم لم يكونوا مدعين بل كانوا شاكين في قتله قول بالغاء قيد ﴿يَقِينًا﴾ في قوله تعالى ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ لخلوه عن القاعدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقينا قيد للقتل المنفي في وما قتلوه فيكون النفي واردا على القتل المقيد بهذا القيد والنفي على هذه الوتيرة يترجح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ”ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے۔ کہ مسیح عليه السلام کا مقتول ہونا ٹھیک ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔“ چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح عليه السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو مؤکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحت اس پر دال ہے کہ وہ مسیح عليه السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اس واسطے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ”انہوں نے مسیح عليه السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔“ اسی اگر انکو مسیح عليه السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرمادیتے کہ انہوں نے مسیح عليه السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین واذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں

کما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا يتفعده ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفايته نفى اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم القلب فيكف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منفي ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منفي ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منفي ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقرر بنا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے۔ تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ علاوہ برآں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل

من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكاند المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مدعين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديماً وحديثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الى الايمان بذلك ويزعمون ان وقوعه له ﷺ كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسى عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لا يتصور ان ينسب الى جميعهم الشك في قتله وقوله عز وجل وان الذين قبوليت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے اس لئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلا تے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ یہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکہ مضور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ

اختلافِ رائیہ لقی شک منہ۔ مالہم بہ من علم الاتباع الظن مؤول۔ ہاں المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاء کما اصطلاح علیہ المنطقیون بل المراد من الشک المذكور ما یقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلى هذا لا تنافی بین شکہم واذعانہم فی قتل عیسیٰ (علیہ السلام) فیکون معناه ”وان الذین اختلفوا فیہ لقی شک منہ“ ای لقی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمہم بذالک حکمًا جازمًا ولاکن لعدم مطابقة لنفس الامر لا یعد علمًا بل شکا و لیس لہم بذالک علم اذ لا بد فیہ من المطابقة فی نفس الامر فہم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون مال الشک والظن واحدًا ولوارید بالمعنی المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقہما المتبائن منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ ”منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں! بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مع (علیہ السلام) کے مقتول ہو جانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقریر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارہ میں شک میں ہیں۔ یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ حکم بزم خود قیلاً وجزاً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال

۱۔ جیسے کہ مذہب کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہوا ہے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بینہما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمہ مطلقاً فی الشک وهذا ظاہر۔

واطلاق الشک والریب علی غیر المعنی المصطلح لہم مما یقابل العلم الیقینی شائع فی القرآن واقع۔ قال عزوجل ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ اطلق الریب علی انکارہم وقولہم الجازم بانہ کلام البشر وبانہ شعرا وکھانا یدل علی ذالک قوله تعالیٰ ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۚ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ نَزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ فلو كانوا شاکیں فی کونہ کلام اللہ تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت هذه التأكيدات من کون الجملة اسمیة۔ وتاکیدها بان وبالقسم اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مال اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک ظن کو منطقیوں کی اصلاح کے موافق لیں گے۔ تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن اور خیال ہے کہ طرف موافق تو ہی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔

چنانچہ ظاہر ہے یہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقیین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارہ میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔۔۔۔۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا

۱۔ چنانچہ ایک شخص مذہب کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقی ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فہذا دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله.

وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ وخلاصته الاشكال الذي ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد في الآية واما حمل قولهم

كلام نہیں ہے، بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر کہانت ہے) اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبریل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ ان کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کنندہ ہاں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلے کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم اِن کو ذکر کیا۔ سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو۔ اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھتے وہ آیت جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے

انا قتلنا المسيح ابن مريم على خلاف الظاهر مع وجود ما يوجب حملة

على الظاهر. فمن التزم الاول فقد لكافروان الثاني فقد تحامر فايهما شاء فليختر و ثالث الانظار ان في هذا التوجيه تكلفاً بحيث لا يتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القرآن. والرابع ان المعنى على هذا التقدير يزول الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحدين لزم كون التصديق متعلقا بالشك الذي هو تصور سواء اريد بالشك مفهوم

ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دو سرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ”ارجاع“ سے انتشار ضمار لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمار کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پڑا فصاحت قرآن کو بٹا لگانا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مشنویت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے۔ وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق

العزائی او مصداقه لان کلامنهما تصور لامحالة وسواء ارید بالتصا
الادراک الادعائی الذی هومن جنس الادراک او الحالة ادراک
الادعائیة التی هی من لواحق الادراک وتعلقه بالتصور مطلقا باطل کہ
تقرر فی مقره ولكن تعلقه بالشک حال کون التصدیق من جنس الادراک
افحش من تعلقه به علی تقدیر کونه من لواحقه لانه علی هذا یکور
الشک معلوماً والتصدیق ادراکاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عنده
اتحاد العلم بمعنی الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصدیق
والشک مع انها متباينان.

ادراک وتصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ نہ
”دانش“ کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا
باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا
کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش
لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم
بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت
ہے۔ کہ علم تصور و صورت علمیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ
تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک
آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا۔ کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ

۱۔ جب انسان کا مظلوم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہنی نہیں ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو
صورت علیہ کہتے ہیں ۱۲۔ مترجم

النظر الخامس ان الشک المصطلح عبارة عن التردد بين طرفي النسبة
من الوجود والعدم علی التساوی ای ادراک النسبة مع تجویز طرفها من
لبراذعان باحد جانبیها۔ فالمعنی الذی اراد الکائد من ان اهل الكتب
ومنون بشکهم فی قتل عیسی قبل الايمان بموته الطبعی يرجع الی ان
شکهم فی قتله۔ حاصل من غیر اذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلية
ان لا یوجد التباعد حين حدوث القبل۔ ولان الشک فی قتل الشخص مع
الايمان بموته الطبعی مما یتستحيل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله ^{الکائن}
طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لا یذعن باحد جانبیه
مطلقاً ولا بما یندرج فی ذالک الجانب وظاهر ان الموت الطبعی یندرج
فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیوة والموت
ایسا ہے۔ یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔
پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ”اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح ^{علیہ السلام} کے طبعی مرنے سے پہلے
ایمان رکھتے ہیں۔“ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان
کو مسیح ^{علیہ السلام} کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے۔ کہ مابعد
مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو۔ تو
اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر تر ہے۔ کہ مسیح ^{علیہ السلام} کے
مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس
جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں اور نہ اس پر
کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔“ یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے۔

یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا

الطبعی کلیہما۔

فجرید الشک فی قتلہ من الاذعان بموتہ الطبعی من اجلی البدیہیات لان تساوی طرفی الشک مع رجحان احدہما غیر ممکن وهذا مما لیعلم کل من لہ ادنی فہم فلو کان مراد۔ هذا الایة ما قالہ فای علم حصل بنزلہا۔ رای فائدة من فوائد الخبر تربت علیہ فتدبر علی ان حملک هذا الایة علی ما حملت قول بان هذه لا الایة مبنیة لبعض اجزاء الماہیة للشک و هذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعانی المصطلحة۔ ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے وہی طبی موت کو شامل ہے۔

لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو۔ تو آپ کی طبی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ شک کے لئے جانہن کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنا براس اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے ہیں تو کہتے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوائد مرتب ہوئے علاوہ براس اگر اس آیت کو قادیانی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے نے وہ معنی بیان کئے جو قوم کے مصطلح ہیں پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔ اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سواس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب اسماٹ و خدشہ وارد ہوتے ہیں۔

لقوم کما ان الکافیة والشافیة والتہذیب وامثالہا کذلک فہل بتفرہ بہ عاقل۔

واما علی التوجیہ الثانی فیرد علیہ ماعدا الخامس من الانظار المذكورة کلیہا۔ ویرد علیہ خاصۃ ایضاً ان سلب الاوصاف بتما مہا عن فرد فرد من افراد شیء ثم اثبات صفته معینۃ لہا کما یقتضی انحصار ذالک الشی فی تلک الصفة وهذا انحصار حقیقی کذلک سلب وصف معین عنہا سواء کان مقدراً أو ملفوظاً ثم اثبات منافی ذلک الوصف یقتضی انحصار الشی فی المنافی للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافی وکلا ہذین الحصرین نوعاً حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃ یہ بحث وارو ہے۔ وہ یوں ہے۔ کہ ”تمام اوصاف کا سبب کسی شی کے ہر فرد سے کر دینا، پھر خاص صفت انکے واسطے ثابت کرنا۔ جیسا کہ اسی سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوف اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقتدر ہی ہو۔ بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو ان افراد کو ثابت کرنا۔“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔ لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دو قسم ہیں۔ اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کی منحصر ہونا سواس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کس اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ”حصر اضافی“ اور

الصفة في الموصوف بالانحصار الحقيقي فوجودها في الموصوف انتفاها عن جميع ماعداه اربالا نحصر الاضافي فوجودها فيه وانتفاء عن بعض ماعداه فقط.

ومن المعلوم بالبدهة صدق المحصور فيه على محصور الكلم كليا وفي الاية انحصار اضافي لانحصار اهل الكتاب في الايمان بالسب الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف.

فلكون المراد من الاية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيض

نسبتى ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیہ منحصر ہے کئی طور صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب کے لئے صفت الايمان کا ثابت ہونا ہے۔ لاغیر اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہذا مفاد الآیہ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائے جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ قضیہ موجب محصورہ کلیہ بنا۔

من الايمان لجميعهم كذا لك وحصرهم في ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابي صدقا كليا بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية.

فاذا حمل قوله تعالى عز وجل ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به﴾ "قبل موته" على ماحمله في هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن بمشكوكية قتله ﷺ قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضي والاعراض عن مفاد النون الثقيلة من معنى جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح ﷺ کے قتل کی مشکوکیت پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر مسیح مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماز کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بشرح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے۔ جو مسیح ﷺ کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔ اچی جب تم مسیح ﷺ کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح ﷺ کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لائے چکے ہیں تو صاف لازم آیا

الاستقبال. اما ان یخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودین في زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة انما ان یعم للموجودین منه قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا یؤدی الى تجویز وجود من لم یوحا حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجویز لمعنا النقیضین وكذا یرد علیه ان حمل موته الذی هو مصدر علی الماضي من غیر داع فخصص تكلف لا یرتضیه ارباب الفہوم ویرد علی تصویبه كلا المعنیین ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام.

ان احد المعنیین باطل لامحالة اذ التوجیه الثاني قوی الاحتمال

کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے۔ موجود ہوں آخر جب سب کے لئے موت المسح النقیض سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع التقیضین کو جائز کر دینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ یہاں مصدر کو با موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع التقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم و خصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔

فی الخصوص لاھو نية خلاف القاعدة من اجتماع النقیضین والاول لا یتماشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما یتغائر ان فان سلم التوجیه الاول انتفی التوجیه الثاني وان الثاني ارتفع الاول.

فاحد الكشفین لو فرض بالهام من الرحمن یكون الاخر بالهام من الشیطان اذ لو كان كلاهما بالهام اللہ تعالیٰ لما وقع التخالف بینہما. فالحق ان كلا الكشفین من الكشف الكاذبة الشیطانیة لامن الكشف الصادقة الرحمانیة والالم یرد علی كل منهما نقوض شرعیة قاطعة وایرادات عقلیة ساطعة. فالذی من شأنه امثال هذه الدعاوی ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجیل واذا الزم بالانجیل رجع الى القرآن اب کہئے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لیں گے۔ تو دوسرا بدھتہ

شیطانی ہوگا۔ اس لئے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرگوں متحیر ہو جاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نادھر کے رہے نادھر کے رہے ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اوڑنے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اوڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے یا یوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ اور

واذا بهما تثبت بالعقل وان بكل منهما تذیل بالكشف والالهام. فان
 طوّل بدلیل يدل علی صدق كشفه ثبت وتحیرونكس اوهو مثیل
 للمریض مرض الموت لیس بحی فیرجی ولا میت فیلقی او تطیر للنعامه.
 اذا استطیر تباعروا اذا استحمل نظائر فاقول بفضل الله تعالی ان المعنی
 الصحیح للایة المذكورة الذی لا یرد علیه شیء من تلك الانظار هو انهم
 قالوا انما یتیقنون بقتل المسیح ابن مریم فردهم الله عزوجل بانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ
 وَمَا صَلَبُوهُ﴾ فكیف یتصور تیقنهم بقتله لانه لا بد للعلم الیقینی من مطابقته
 لنفس الامر واذالم توجد المطابقة لم یتحقق التیقن بقتله فحكمهم بهذا
 نه مرده ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں، سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔
 ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف و خلف آیت ﴿اَنَا قَتَلْنَا
 الْمَسِيحَ.....﴾ سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی
 وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر
 یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا
 اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا
 متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ
 واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقین ہو ہرگز نہیں لہذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارہ میں متیقن
 ہیں باوجود کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ”بلاشبہ جہل مرکب“ ہے کیونکہ جہل مرکب
 کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا
 ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب
 کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی

النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقيني به شبهة صرفة
 و جهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق. الثابت في نفس الامر فهم في
 شك منه اى في حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون
 الظن والجهل المركب. لانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ﴾ اى انتفى قتله انتفاء يقينياً بان
 يكون قوله يقيناً قبلاً للنفي لا للمنفى ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ بالرفع الذی
 ینافی القتل وهو الرفع الجسماني دون الرفع الروحاني. فانه لا ینافی القتل
 بل یجامعه فی نفس الامر فی اعتقاد المخاطب ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾
 لا یعجزه شیء عن رفعه ﴿الْعَلِيِّ﴾ مع جسده ﴿حَكِيمًا﴾ فی صنع رفعه. و
 ہے کہ یقیناً نفی ﴿مَا﴾ کی قید ہے نہ منفی ﴿قَتَلُوهُ﴾ کی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ﴾ بلکہ خداوند
 عزاسر نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ بجسہ منافی قتل
 ہے۔ نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اور اعتقاد مخاطب میں
 قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے
 بجسہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ﴿حَكِيمًا﴾ خدا حکمت والا ہے۔
 رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ﴾ اہل کتاب میں
 سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مر جانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے
 لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ
 ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے
 پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال ایمان کی
 حفاظت ہے۔ دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقلیہ جو مدخول کے
 استقبالیہ بالا جماع دلالت کرتا ہے۔ اپنے ہی طور پر رہا اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں

ليس احد من اهل الكتب الا ليؤمن به . اى عيسى قبل موته اى قبل موت عيسى سواء كان ايمانه نافعا له كالايمان فى حالته غير البأس اعم من ان يكون قبل نزول عيسى او حين نزوله . فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والتون الثقيلة . التى تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئ من النقوض . فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم

سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالمتامل الصادق۔ لہذا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اور اس کے برخلاف الہامات و کشوف کو کھنڈروں پر دے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑاواس سے انحراف کرے۔

عليه بالصحة الصافي عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظرون اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر .

ثم استدلل القادبانى بطريق الالتزام على اهل الاسلام القائلين بحياة المسيح عليه السلام . بان كل من يؤمن بوجود السموات يؤمن بتحريكها على الاستدارة . فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحريكها تحركه فلم يتعين له جهة الفرق بل على هذا . قد يصير فراقا وقد يصير تحفا فلا يتعين له النزول ايضا . اذ النزول لا يكون الا من فوق . وايضا يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القار دائما مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفرق يطلق حقيقة على منتهى الخط الطولانى من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلک الافلاك وجهة التحت على منتهى ذلک الخط ممائلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لا تبدلان عوض ويطلق الفرق والتحت على الحدود التى بين المركز وبين المحدب ايضا لكن اطلاقا اضافيا لاحقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلا محدب فلک القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره . وما عداله من الحدود المتقاربة الى مركز ومتصف بالتحتية بالنسبة الى سائر الافلاك . فهذا الحد المعين فوق وتحت بالوجهين

والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين محدب فلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف المحققين فان ما يتصف منهما بالفوقية لا يمكن ان

يتصف بالتحية وما يتصف بالتحية لا يمكن اتصافه بالفوقية. لان محدب
 الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لا تغير ولا تبدل
 فيهما. وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان في السماء الثانية
 فلاريب في انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو
 على وجه الارض. فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه
 بتحريك السموات فلا يلزم عدم تعيين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو
 في السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعا. فاذا اراد الله
 تعالى نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانية بحيث
 يتزايد البعد فيما بينه وبين محدب فلك الافلاك آنا فانا من البعد الذى
 كان بينهما وتناقص كذلك البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد
 الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض. وانت تعلم
 ان الحركة من المحدب الاعلى او مما يقرب الى جانب مركز العالم هو
 النزول كما ان الحركة من جانب ذلك المركز الى جانب ذلك
 المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحريك السموات على
 الاستدارة عدم تعيين النزول له عليه السلام وايضا لم يلزم من تحركه بتحريك
 السموات كونه مضطربا وفي نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه
 اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى
 تدور حولها. وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل لارض حركة
 حولها وان الارض احدى السيارات عندهم التى منها عطارد والزهرة
 والارض والمريخ. وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرك هذه

الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى
 الكواكب طالعة وغاربة. لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب
 ساكنة او متحركة الى تلك الجهة ايضا لكن بحركته ابطاء من حركتها
 ظهر لنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بحدبية الارض فى
 جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتيها فى جانب المغرب ما كانت
 ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة. وان الكواكب هى متحركة بتلك
 الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرك الارض كما يتخيل
 ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف
 جهة السفينة. وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدئيل
 مستقيم طبعيا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك على
 الاستدارة وبانها لو كانت كذلك لما وصلت الطيور الى جهة المشرق
 عند طيرانها من المغرب الى المشرق. وان كانت المسافة التى بين مبدئ
 مسير الطيور وبين انتهاء مسافة قليلة الا بعد مضى اكثر من يوم وليلة.
 وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما فى الجوى من الطيور متحركا
 الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركا بحركة نفسه الارادية
 الى المشرق او المغرب. وذلك بطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض
 وبوجوه اخرى تركنا ذكرها. ويقول تعالى شانه ﴿وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيًا أَن تَمِيدَ بِكُمْ﴾ ويقول الكريم ﴿أَمْ مَنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ
جِبَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيًا﴾ الآية. فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع
 كونهم عقلاء لم يجزموا ببطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو

على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تنزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلک الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاك المعبر بالعرش في لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلا عن ان يوجب العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك في خبر قوى ولا ضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة. ويتحرك ماتحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار صحيحة ان له قوائم. وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذى يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح انه مقبب كالخيمة. وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيمة. قال عز وجل ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ﴾ اى يوم القيمة وعلى هذا كيف المستقيم كون الفلك متحركا بالحرارة المستديرة وما ورد في القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالى ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ وقال ﴿كُلٌّ يَجْرِي إِلَى آجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وقال ما اعظم شأنه ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ﴾ الجوار الكُنُوس وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشتري والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلا تسلم. انه يلزم بتحركه يتحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع

الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة في فلاة وهكذا السماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة. وهكذا والكل من الكرسى وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة في فلاة وظاهر انها لو كانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلک الافلاك لا يلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضا لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالتزام تقليد اللاوهم العامة. وحاصل كلامنا هذا كله ورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله باننا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركا ولئن سلم فلا تسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلا تسلم ان يتحركه يلزم تحرك باقى الافلاك لتوقفه على اتصالها ولا اتصال. فلا يلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كان ذلك فلزوم المحذورات الثالث من عدم تعيين جهة الفوق له وعدم تعيين النزول له وكونه في العذاب الدائمى ممنوع مطلوب دليله دانى له ذلك وقد عرفته مفصلا وتامل فيه بالنظر الصائب ليظهر لك مبلغ انكشافه في علم الهيئة ودركه في القواعد الهندسية ينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقول المفقري من المسيحية الخ.

واستدل القادیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح حيافي السماء لزم كونه جسدا لا ياكل الطعام وكونه خالدا وقد نفى الله تعالى ذالك فان مفاد الاية سلب كلي اى لاشئ من الرسل بجسد لا ياكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخص مناقض للسلب الكلي والدليل على كون المفاد سلبي كليا قوله تبارك وتعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ فانه صريح فى السلب الكلي فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخص المستلزم للايجاب الجزئى المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضين لا يجامع التقيض الاخر كما لا يرتفع معه وهذا بديهى.

اقول: بتوفيقه تعالى ان فى قوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا..... الخ﴾ انما ورد النفي على الجعل المؤلف المتحلل بين المفعولين ومفعوله الثانى

قاديانى اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا، ہم نے پیغمبروں کو کوہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔ لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا..... الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل

المجموع الیہ هو قوله ﴿جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ..... الخ﴾ فمدخول النفي هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولو يالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقيق كل من تلك القيود والقيود التى ههنا هى تالف الجعل وكون المجموع الیہ جسدا مع تقيده بعدم اكل الطعام فلا بد تحقق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الثلاثة بخلاف الانتفاء. فانه متصور بانتفاء جزء اى جزء كان ولا يتوقف على انتفاء جميع الاجزاء فينتفى ذلك المدخول للنفي بوقوع غير الجعل موقعه وبانتفاء تالفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين. اما بالاول فقط. واما بالثانى فحسب و برفع خصوص المجموع الیہ ووضع امر آخر فى محله وبانتفاء قيد عدم الاكل. ولوسلم تحقق كل قيد ماعدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القيود وبمعنى انتفاء كل قيد وبانتفاء المقيد. اعنى ذاتا مامع تسليم القيود باسرها فهذه المواد مؤلف پر ہے جس کے لازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول دوسرا کا نام مجعول الیہ۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔ جو غیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔ اور بدیہی ہے کہ مقید، گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔ اب یہاں تین قیدیں ہیں: ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا، سوم عدم الاكل کی قید۔ لہذا یہ جعل مقید بہ اس قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ای چیز

والمواقع ليست الا بالامكان لا بالفعل والاطلاق الرفع القيد الاخير ۱۱
واقع بالفعل ومراد بقوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ وتحقق ما عدا ذلك
القيد مسلم بل مثبت بالبراهين العقلية القطعية وعدم الاكل الذي هو
امر عدمي متصور بوجهين بعدم اكل شيء ما اعم من ان يكون طعاما او غيره
وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك
الانتفاء الذي اضيف الى الامر العدمي انما يتحقق بتحقيق نقيض ما اضيف
اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذالك العدم الذي هو في قوة السالبة ثبوت
الاكل الذي هو في قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولى من الثانية انما
هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققه العين عدمه
لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما
فرض كي جائے یا اس کا مرکب ہونا اژادیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کیساتھ
متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں
مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شی کا (ہاوجود مان لینے تمام قیود کے) ناپود ہونا فرض کر لیں
تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ ان میں
سے کوئی بھی متحقق نہیں۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منہی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی
ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے۔ اسلئے ایک
عدمت واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح
پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ
کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہوگا کہ کھانا متحقق
ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبۃ السالبۃ ہے موجب محصلہ لازم ہوا گرچہ یہ

نحن فيه موجود. وقد تفور في مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة
وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالى ﴿وَمَا
جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ الذي هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق
قضية موجبة محصلة اعني كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعى به
على اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول في هذه
القضية هل هي بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفى وقت
ما اوفى وقت معين او بحسب الدوام ذاتا اووصفا او بالاطلاق او بالامكان

ما ازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم
السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہونگے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ آیت مذکورہ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ﴾ قضیہ موجبہ
محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ
موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے انکی ذات کی طرف
نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین
وقت میں ہے یا یہ کے وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین
زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اسکا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع
قید الدوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید الدوام ضروری جیسا کہ اول کے
ماسوا میں بنا بریک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا بالضرورة الدوام کی
قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ضروری یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا
بالضرور ثابت ہے اور دائرہ یعنی ہر رسول کیلئے اکل الطعام دائرہ ثابت ہے باطل ہے کیونکہ
ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع

مع قید اللادوام فی ماعدا الاول والخامس اومع قید اللاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأى اوفی ماعدا الخامس ایضا کما علی رأى آخر وان لم یکن بعض التراکیب منها متعارفا ولا یعتبر قید اللاضرورة ولا قید اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان بوجود نقیض کل منهما وهو امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وكذا الثانی والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة فی ضرورة الاکل اودوامه کما لامدخل فیهما لمعنون ذلك الوصف وكذا لاتكون ضرورة بحسب الوقت مطلقا لبحسب وقت ما ولا بحسب وقت معین لان غاية الامر ان يكون الاکل ضروريا بشرط الجوع والجوع لمالم یکن واجبا فی وقت مالم یکن المشروط به ضروريا فی وقت ما کما صرح به فی کتب المنطق من الکتابه لیست بضرورية فی

التقیهین پایا جائے گا۔ اسی طرح پردائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کر سکتا ہے۔ یہ صریح صادق ہے اس لئے دائمہ کا زب ہوا نہیں تو ویسے ہی اجتماع التقیہین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔ اس واسطے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یادوام اکل کو نہیں چاہتا۔ علی ہذا القیاس اکل الطعام رسول کیلئے مطلق وقت میں کوئی وقت ہواور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔ آخر یہی تو کہو گے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجوہ نہیں پھر طعام کا کھانا جو اس کا شرط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت

من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غیر الضرورة فی وقت ذلك الشئ والاول لا یستلزم الثانی کما فی تحریک الاصابع بشرط الکتابه۔ فان التحریک بشرط ضروری۔ ولیس فی وقتها ضروری فکذلك ضرورة الاکل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لاتلزم بينهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروری فی وقت مالم تکن القضية وقتیه مطلقه ولا منتشره مطلقه فلم تکن وقتیه ولا منتشره لاستیجاب انقضاء الاعم انقضاء الاخص وكون الاکل ضروريا بشرط الجوع لا یقتضی ان تكون القضية مشروطه ایضا اذ

چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔ اور نچلے اوقات وہ وقت بھی سہی جس میں کتابت متحقق ہے۔ پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا، ویسے کھانا گو بشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا (کہ ہر رسول کیلئے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے) حالانکہ تم کو مضمر ہے۔ سو واضح ہو کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا، کیا معلوم نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو جسکے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوک کا۔ پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنا بریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یا لا ضرورت کی قید لگائیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے (کہ یا رسول اکرم آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے) کیونکہ

المشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط الوصف العنواني لا بشرط وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنواني في القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق او الامكان . قيد اللادوام او اللاضرورة او بدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالى ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ فيكون وجودية احد جزئيه ثابت بهذه الاية وثانيهما بمن مر من البيان وهي ان كانت مستلزمة لما عداها لاكتها... لكونها اخص

اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر وقت میں۔ پس جیسا کہ ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس کا یہ اذیظہ طاقہ کو لا دوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری جزء یعنی لا دوام کا مفہوم ہمارے سابق تقریر سے پایا ثبوت کو پہنچا۔ البتہ اس وجودیہ کو بسبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس واسطے اسکی دو جزء لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں رکھتا کیونکہ یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم

احق بالا اعتبار وینجل الى قولنا كل رسول ياكل الطعام بالفعل ولا شيء من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهذه القضية لا تناقض ما ذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح ابن مريم اكل للطعام بالفعل وليس باكل بالفعل وما قررنا قبل من ان الجوع ليس بضروري لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبيعة بدل ما يتحلل منه وذلك فرع التحلل ولا ارتياب في تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه. فالتحلل الذي في مرتبة ناقصة غير التحلل الذي فوقه يجوز سلب كل منهما عن الاخر. وكذلك يقال في جميع مراتبه عيناها فهو مسلوب عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبتان عنها فهذا حكم اجمال على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الاخر كما مكان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب في نفس الامراذ سلب مرتبة معينة في مرتبة اخرى سلب مقيد. والسلب في نفس الامراعم من ان يكون ذلك السلب مقيدا بكونه في مرتبة اخرى اولا سلب مطلق ولا ريب في ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك امكن سلب التحلل راسا.

فامكن انتفاء الجوع اصلا مع بقاء الشخص بل حكم الله تعالى بتحقيق انتفاء الجوع في القرآن ولم يكتف بمحض امكانه وقال وعز من قائل مخاطبا لادم عليه السلام ﴿إِنَّ لَكَ إِلَّا تَجُوعٌ فِيهَا وَلَا تَعْرِىٰهٖ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحٰى﴾ وليس ذلك الالعدم التحلل كما ان عدم الضحى لعدم الشمس وحمله على عد دوام الجوع او على عدم استعداده

غیر صحیح والاصح حمل جميع الافعال المدخولة بحرف النفي على نفس دوامها او عدم اشتدادها. وامثال هذا لاتصح ولا تستقيم الوجود ضرورة داعية وای ضرورة احوجالی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله على غیر الظاهر بحيث لا ينتقل الیه الذهن اصلاً. والتمسک على وجود تلك الضرورة بقوله ﴿وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ غیر مستقیم وان اطلاق الاكل وابعاده لهما لا يقتضي الجوع اذ كما ان الفواكه فی الدنيا لا توكل الا للحصول اللذة لا لدفع الجوع كذا طعام الجنة والافتقار الیه للحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل. وانما يكون شده گئی ہوئی کے قائم مقام ہونے کو بھوک کہتے ہیں پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرر در تحلل کے درجے بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجے بے شمار ہیں پس بنا براں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مد نظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویا جملاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب متعین ہے جب یہ ممکن ہو تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور متعین۔ بحر امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔

اکلہ للحصول اللذة فقط. فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز وكيف لامع انه قد تاكد وتايد بما صح ان فی الجنة بابا. يقال له الريان من دخل شرب ومن شرب لا يظماً ابداً ولا فرق بين الجوع والظماً فلما لا امتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع ولا يرد على ما قلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج بلا دليل اذ انتفاء العلة لا يستلزم انتفاء المعلول. بدليل ما تقرر عند الاصوليين من جواز تعدد العلل على معلول واحد فلا يلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقيق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج على الحكم. بان زيد الم يموت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه لم يسقط من اعلى الجبل فهذا الاستدلال غير صحيح اذ الموت كما يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل كذلك به عن اعلى سطح البيت ومن فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وبخو امراض يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها. كيف يجزم بانتفاء الموت اصلاً لامكان تحققه بتحقيق واحد آخر من تلك الانواع وعدم وروده. لان التحقيق ان المعلول اذا انحصر فی العلة وتكون العلة لازمة له وهي مفسرة فی كتب القوم بمالولاه لا امتنع الحكم المعلول فانتفاءها يستلزم انتفاء المعلول اذ لا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء احداها ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا

المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم. فلا استدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب في صحته والتحليل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لا بمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لا يلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونه بعله غير الجوع كما ستحصل اللذة وقصد علاج ونحوه. وهذا واضح على من له ادنى تأمل.

﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ناقل الايات والاحاديث والتفاسير والفقهاء والعبارات

المقاضي غلام گيلاني الحنفى الفنجابى

ثم چهارچهى ثم الشمس آبادى عفى عنه



حضرت علامہ

قاضي غلام آرباني حشقي حنفی رحمہ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ غلام گیلانی رحمہ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۸۷۷ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبہ شمس آباد میں پیدا ہوئے۔

حضرت علامہ قاضی محمد غلام محمد ربانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یونیورسٹی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت علامہ فضل حق رامپوری، مولانا ابوطیب کی اور مولانا منور علی شامل تھے۔

سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لیکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گوڑوی قدس سرہ کے مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بنگال میں دس پندرہ سال کے عرصے میں وعظ و ہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ ”مولانا پنجابی“ کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ کی دعوت رشد و ہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان شرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت مخلص تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ آپ کا حلقہ

اثر بہت وسیع تھا۔ آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہا دیتے تھے۔
قادیانیوں، شیعوں، وہابیوں اور دیگر ہندوؤں کو آپ نے لکارا۔ کوئی بھی آپ کے سامنے
آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادر و نایاب کتب تھیں جو
آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور ہنگالی زبان میں دسترس
رکھتے تھے۔ نعت گو شعری بھی کی لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ جہاد بالقلم میں
بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے جن سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

☆ جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام.

☆ فوز المرام فی بیان حادی عشر لغوث الانام.

☆ الدلیل المبین فی اعراس الصالحین.

☆ التحقیق الصواب فی مسئلۃ المحراب.

☆ البیان فی اخذ الاجرة علی الاذکار و تلاوة القرآن.

ردہ قادیانیت :

آپ کے رد قادیانیت پر دو مختصر رسالے دستیاب ہوئے ہیں :

۱..... مرزا کی غلطیاں۔

۲..... رد قادیانی۔

ان دونوں رسالوں کے علاوہ آپ نے تیغ غلام گیلانی کا تہہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ تین دن علیل رہنے کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ء کو اپنے
خالق حقیقی سے جاملے۔ نماز جنازہ میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کا
مزار پرانوار شمس آباد ضلع انک کے قبرستان میں واقع ہے۔



مرزا کی غلطیاں

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم

مرزا غلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعویٰ تھا کہ چوں کہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر و تحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء و بلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی و فارسی بھی لکھا، مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چوں کہ اس کے علم کی لافیں اور نثر انیان بڑے زور و شور سے مار مار کر کہتے ہیں کہ اُس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح و بلیغ و نحو دان کوئی آج کل موجود نہیں۔

لہذا قدرے بمثال بمشتقہ نمونہ خروارے اُس کی غلطیاں اُس کی کتاب ”اعجاز المسیح“ سے لکھتا ہوں۔ فاقول وبالله التوفیق نعم الرفیق۔ قادیانی نے ”اعجاز المسیح“ کے ”اول صفحہ“ پر لکھا ہے۔ (۱) فی سبعین یوما من شہر الصیام۔
اقول: رمضان شریف تو ستر دن (۷۰) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منائی ہے فصاحت و بلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔ (۲) وکان من الہجرۃ ۱۳۱۸ھ و من شہر النصاری۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔

(۳) مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے (گورداسپور) یا جو ردا سپور چاہیے تھا۔ بلکہ من جهة التركيب والاعراب بھی۔ اسی

صفحہ میں ہے (۴) بابتہام الکلیم فضل الدین۔

اقول: بعد اعراب فضل الدین چاہے۔

قال: ص ۲ کدست غاب صدرہ، او کلیم اقل بدرہ۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کے ص ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

قال: ص ۲ و خلعت راحتھا من بخل المزنّة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلعت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور

تعلیل یہ سہم ہے۔ معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا کُل تھا۔

قال: کاحیاء الم اہل للسنة الجماد۔

اقول: یہ بھی مقامات حریری کے ص ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: و عاد جرها و سبرھا۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: ص ۳ من کل نوع الجناح۔

اقول: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔ جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لئے نوع

للجناح چاہئے تھا۔

قال: ص ۳ کل امرہم علی التقویٰ۔

اقول: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے کل امرہم چاہئے۔

قال: فلا ایمان له او یضیع ایمانہ۔

اقول: لفظ ایمان کا تکرار مستکبر ہے۔

قال: ص ۷ و افرق بین روض القدس و خضراء الدمن۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال: کالربیع الذی یمطر فی ابانہ۔

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: و عندی شہادات من ربی لقوم مستقرین و رجہ کوجہ الصادقین۔

اقول: ”و وجہ“ عطف ہے شہادات پر، گویا و عندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین

ہے کیونکہ وجہ جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال: ما قبلونی من البخل والاستکبار۔

اقول: ”من“ کاکلمہ یہاں پر ”قبلو“ مثبت کے لئے تعلیل یہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من

الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہئے۔

قال: ص ۸ حتی اتخذ الخفافیش و کر الجنانہم۔

اقول: ترجمہ یہ ہے۔ ”یہاں تک کہ چگادڑوں نے خالفین کے دل کو آشیانہ بنا لیا۔

جنانہم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور و کر دوسرا مفعول ہوا۔ ”اتخذ“ چوں کہ

بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے لہذا لام کا لانا فتنول ہے۔ دوسرا ”تقدیم مفعول

ثانی“ کی بے وجہ ہے۔ تیسرا جنان اور و کر کا لفظ ماقبل یعنی قولہم و فضلہم

واعیانہم کے جمع ہونا چاہیے۔

قال: ص ۹ و اعطی ما توفعوہ۔

اقول: اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہذا و اعطوا چاہئے

تھا۔

قال: ص ۹ ہفتری۔

اقول: مغتر چاہیے۔

قال: ص ۹ واكفروه مع مریدیه واعوانه وانزل الله كثيرا من الاى فما قبلوا
اقول: وانزل الله كثيرا فصل کا کل ہی کوئی کلمہ والی علی الفصل چاہیے۔

قال: ص ۱۱ وقدموا حب الصلوات علی حب الصلوة.

اقول: ”حریری“ کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ص ۱۳ بل یریدون ان یسفکوا قائلہ۔

اقول: ان یسفکوا دم قائلہ چاہیے۔ لایقال سفکم یداً بل دمہ۔

قال: ولما جاء هم امام بما لا تہوی انفسهم.

اقول: قرآن کا سرتہ ہے بتغیر ما۔

قال: وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف.

اقول: منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قال: وکان غیا ولو کان کالہمدانی او الحریری فما کان فی وسعہ ان
یکتب کمثل تحریری.

اقول: یہ غبی جناب فضیلت مآب ”مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی“ کو کہتا ہے۔ ایسے
عمدۃ الفضل کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ”غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین“ سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہاں کا فر تو م ہے کوئی
چیز نہیں، اگر علم الہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیہم
ولا الدجال۔ دیکھو ص ۱۸۹ اور اسی ”اعجاز المسیح“ کے صفحہ ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک
یوم الدین میں یوم الدین جو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام

رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانہ زمان یحییٰ فیہ الدین۔
اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين في كتاب الله تعالى۔ اللہ تعالیٰ تو خود
قرآن پاک میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَإِنَّ الْفَجَارَ لَفِي
بَحْتِهِمْ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ یعنی گناہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں
گے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے، تو اسی وقت سے حساب و کتاب ہو کر گناہ گاروں کو
دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ
مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ
لِّلَّهِ ۝ غَوْرُكُ ۝ يَوْمَ الدِّينِ﴾ اور ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ دونوں کا
مفاد ایک ہی ہے۔ اور یہی مرزا قادیانی پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
﴿وَلِلَّهِ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ﴾ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ حمد
سے پہلا ”احمد یعنی آنحضرت ﷺ اور آخرہ حمد سے پچھلے ”احمد“ کا اشارہ ہے۔ یعنی
غلام احمد قادیانی پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔ وقد استنبطت هذه النكتة من قوله
الحمد لله رب العالمين۔ ”سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے
والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں“ کیونکہ ایسے استنباطوں سے تو حضرت ﷺ بھی بے خبر
تھے۔

قال: ص ۲۷ وما رميت اذ رميت ولكن لله رمي.

اقول: حدیث کا سرتہ ہے۔

قال: ص ۲۷. وحجته بالغة تلذغ الباطل كالنضناض.

اقول: حریری کے ص ۳۹ سے سرورق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وما انا الا خاوی الوفاض .

اقول: ”حریری“ کے ص ۸ کا سرقہ ہے۔ باز دیار۔

قال: ص ۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات .

اقول: ما اعطی کی جگہ یا اعطیت چاہیے۔

قال: ص ۳۲ ولا ترهق بالتبعة والمعبئة .

اقول: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرفة اللکن .

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفيقا قائدنا الى الرشيد والسداد .

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص ۳۶ ان اری ظالعه کا لصلیح .

اقول: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیر ما .

قال: ص ۳۹ يقال عثاره .

اقول: حریری کے ص ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما .

قال: اقتعد منا غارب الفصاحة وامتطى مطايا الملاحة .

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ بالاعانة على الابانة .

اقول: حریری کے ص ۳ کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ ويعصمهم من الغواية ويحفظهم في الرواية والدراية .

اقول: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: وای معجزة .

اقول: وآية معجزة چاہیے۔

قال: كمجهول لايعرف ونكرة لاتعرف .

اقول: حریری ص ۵ سے مسروق ہے۔

قال: ص ۵۰ فكل رداء يرتديه جميل .

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموأل بن عاديأ .

إذا المرء لم يندس من اللوم عرضه ، فكل رداء يرتديه جميل . (حصار ۶ ص ۱۱۴)

قال: ص ۵۵ لاشيوخ ولاشباب .

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص ۵۵ كنز المعارف ومدینتها وماء الحقائق وطینتها .

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص ۵۸ كما يملأ الدلو الى عقد الكرب .

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے باز دیار لفظ کما۔

قال: ص ۶۰ القیت بها جرائی .

اقول: مقامات حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے۔

قال: كادراك العهد السنة جماد .

اقول: حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: ص ۶۴ فصاروا كميث مقبور . وزيت سراج احترق وما بقى معه من

نور،

اقول: دوسرا صحیح پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء عجیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص ۲۳ فما كانا ان يتحرر كوا.

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لئے (ان) نہ چاہئے تھا۔

قال: ص ۷۷ ومثلها كمثله ناقة تحمل كلما تحتاج اليه توصل الى ديار الحب من ركب عليه.

اقول: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص ۸۱ وهذا الرجيم هو الذي ورد فيه الوعيد اعنى الدجال.

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد "ابلیس" ہے۔ اور رجیم جو اس کی صفت ہے۔ اس سے مراد "دجال" ہے۔ جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے۔ کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا خودمانی ہے۔

قال: ص ۸۳ لزوم الله كافة اهل الملة.

اقول: كافة کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الموسم.

اقول: هذا خلاف ما صرح به الثقات.

قال: ص ۱۲۷ طرف الله ذا الجلال

اقول: ذا الجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص ۱۲۹ الامن اعطى له عينان.

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطى کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: ص ۱۳۰ ومن اشرف العلمين واعجب المخلوقين وجود الانبياء والمرسلين.

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل.

قال: ص ۱۳۰ وذلك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسكين واليه اشار في آية "يوم الدين" في "سورة الفاتحة". ثم قال في ص ۱۳۳

وسمى زمان المسيح الموعود يوم الدين.

اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين.

قال: الاقليل الذي هو كالمعدوم.

اقول: دعویٰ تو فصاحت و بلاغت کا اور موصوف کرم اور صفت معرفہ لائے۔ و لا واد۔

قال: ص ۱۶۳ ان يجعل الله احمد كل من تصدى لعباده.

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذى اخيك.

اقول: اخاک چاہئے۔

قال: وانهم ثمرات الجنة فويل للذي تركهم.

اقول: ترکھا چاہئے۔

قال: الظن ان يكون الغير.

اقول: اسے صحیح صاحب کلمہ غیر تو معروف بالام نہیں ہوتا۔

قال: ينصفضون تصنطنة الصل ويحملون حملة البازي المظل.

اقول: "مقامات حریری" کے ص ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغیر ما۔

قال: ص ۳۱ فقد الغدم علمه كحلج بالذوبان.

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ نصحا میں عدم چاہیے۔ دیکھو قاسموس لفظ از حجتہ اللہ البالغہ۔ وفيہ كفاية لذوى الدراية. ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی شمس آبادی کیمپور

وما علینا الا البلاغ المبین

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کو نکر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاویٰ بنایا نہ کوئی ایسی کتاب کہ جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول تفسیر وغیرہ فنون پر کار بند ہیں، جو کہ غیر لوگوں کے بہنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کی لوگوں میں تھی وہ ویسی ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہو گیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ مدرسین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی اٹلے اور نٹنے وفساد پر پا کر دیئے۔ اب اس کے خلیئے بھی پنبہ غفلت درگوش ہو کر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ (محمد غلام ربانی ص ۱۳)



رِسَالَةُ

دَرْ قَاضِيَانِي

تَصْنِيفُ لَطِيفُ

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی حشمتی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

در ثبوت این امر که عیسی علیه السلام زنده بآسمان رفته اند
وتاحال بر آسمان اند. این آیت زیر در حق عیسی علیه السلام وارد
شده. قوله تعالى ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ ای عند رب
بارتفاعه الى السماء وصحبة الملائكة فيها (روح البیان، جلد اول) وهندراں جلد
تفسیر روح البیان، صفحه ۳۲۸ فرموده ولما رفع الى السماء وجد
عنده البرة كان يوقع بها ثوبه. فاقترضت الحكمة الالیه نزوله فی السماء
الرابعة الخ. ﴿اِذَا قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ائْتِي مَتَوَفِيكَ﴾ ای مستوفی اجلک.
ومعناه انی عاصمک من ان يقتلک الکفار وموخرک الى اجل کتبته
لک وممیتک معتف انفک لاقتلا بايديهم ﴿ورافعک﴾ الآن ﴿الى﴾
ای الى محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذلک رفعا الیه للتعظیم الخ
﴿ومطهرک﴾ ای مبعدک ومنحیک ﴿من الذين كفروا﴾ ای من سوء
جوارهم وخبث صحبتهم وذنس معاشرتهم.

قبل ينزل عیسی علیه السلام من السماء علی عهد الدجال حکما
عدلا، یکسر الصلیب، ویقتل الخنزیر ویضع الجزية فیفیض المال حتی
لا یقبله احد ویهلك فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویقتل الدجال
ویتزوج بعد قتله امرأة من العرب وتلد منه ثم یموت هو بعد ما یمیش
اربعة سنه من نزوله فیصلی علیه المسلمون لانه سأل ربّه ان یمعه من
هذه الامة فاستجاب الله دعائه الخ. (جلد اول، ص ۳۳۱) قوله تعالى ﴿وما قتلوه وما

صليبه ولكن شبه لهم ﴿ فاجتمعت كلمة اليهود على قتل عيسى عليه السلام فبعث الله تعالى جبرائيل فاخبره بانّه يرفعه الى السماء..... الخ (مزمور ٥١٢، جلد اول) قوله تعالى ﴿ بل رفعه الله اليه ﴾ رد وانكار لقتله وثبات لرفعه. قال الحسن البصري اى الى السماء التى هى محل كرامة الله تعالى. رفع الى السماء لما لم يكن وقوله الى الوجود الدنيوى من باب الشهوة وخروجه لم يكن من باب المنية بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ. ﴿ وكان الله عزيزا ﴾ لا يغالب فيما يريد فعمة الله تعالى عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسى عليه السلام الى السموات وان كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لا يغلبه عليه احد ﴿ حكيم ﴾ فى جميع افعاله واما رفع الله عيسى عليه السلام كساده الريش والبسه النور وقطعه عن شهوات المعظم والمشرّب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

قال وهب بن منية بعث عيسى على راس ثلثين سنة ورفع الله وهو ابن ثلث وثلاثين سنة وكانت نبوة ثلاث سنين. فان قيل لم يرد الله تعالى عيسى الى الدنيا بعد رفعه الى السماء. قيل اخر رده ليكون علما للساعة وخاتما للولاية العامة لانه ليس بعده ولى يختم الله به الدورة المحمدية تشريفا لها بختم نبي مرسل يكون على شريعة محمدية يؤمن بها اليهود والنصارى ويجدوا الله به عهد النبوة على الامة ويخدمه المهدي واصحاب الكهف ويتزوج ويولد له ويكون فى امة محمد ﷺ وخاتم اولياء ووارثيه من جهة الولاية. واجمع السيوطى فى تفسير الدر المنثور

فى سورة الكهف عن ابن شاهين اربعة من الانبياء احياء اثنان فى السماء عيسى وادريس عليهما السلام واثنان فى الارض الخضر والياس عليهما السلام فاما الخضر فانه فى البحر واما صاحبه فانه فى البراه واعلم ان الارواح المميمة التى من العقل الاول كلها صف واحد حصل من الله ليس بعضها بواسطة بعض وان كانت صفوف الباقية من الارواح بواسطة العقل الاول كما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فيض نورى فاقرب الارواح فى الصف الاول الى الروح الاول والعقل الاول روح عيسى لهذا السر شاركه بالمعراج الجسماني الى السماء وقرب عهده بعهد. فالروح العيسوى مظهر الاسم الاعظم وفائض من الحضرة الالوية فى مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء روح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الالهي وراثه اولية ونبينا ﷺ اصالة كذا فى شرح الفصوص الخ. (روح البيان جلد اول، مزمور ٥١٢) ﴿ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ﴾ اى هر دو ضمير برائى عيسى عليه السلام اذ والمعنى ﴿ وما من اهل الكتاب ﴾ الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام من السماء احد الا ليؤمنن به قبل موته. وفى الحديث ان المسيح جاي فمن لقبه فليقرنه منى السلام الخ. (مزمور ٥١٥) ﴿ يكلم الناس فى المهد وكهلا ﴾ مراد بتكلم دركهل اينست كه كلام خواهد كرد در آخر زمان بعد نازل شدن اواز آسمان قبل زمانه كهولت الخ.

در مذهب مالكيه احمديه شافعية وغيره جميع مذاهب حقّه مشهور بلکہ متواتر ست کہ حضرت عيسى عليه السلام بهمين جسم عنصرى

ای خاکی بر آسمان رفته اند و قبل از قیامت بهمین جسم از آسمان فرود آیند و کارهایی که بایشان متعلق باشند خواهند کرد از مذهب شافعیه نیز عبارت يك كتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهائے الامل لمن رغب فی صحة العقيدة والعمل. الشيخ محمد ابی حنبل الدمیاطی، صفحه ۱۰۸ نوشته دجال يك شخص ست از بنی آدم کوتاه قد. وهو رجل قصير كهل براق الثنايا عريض الصدر مظموس العين. و اکنون موجود ست نام اوصاف بن صیاد و کنیت آن ابو یوسف ست و گفته شد که نام او عبد الله است و آن از قوم یهود ست یهودیان انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مهدی رحمة الله تعالى علیه میکنند خارج باشد در آخر زمانه بندگان را پروردگار مبتلا خواهد کرد که زمین و آسمان و همه چیز درازن و قدرت او کرده شود و طعام و آب میوه و زروسیم و هر اسباب آرام در سست او باشد (دران وقت معاش اهل اسلام تسبیح و تهلیل و تقدیس پروردگار و قوت روحانی باشد) و مردگان با دجال کلام کنند و هر قسم فتنه و فساد در زمانه او برپا شود کسی که سعادت مند ازلی ست از او دور ماند و شقی ازلی تابع او باشد و او خارج خواهش شد از جانب مشرق از قریه سرابادین یا از عوازن یا از اصبهان یا از مدینة خراسان و ابوبکر صدیق رضی الله عنه فرموده در میان عراق و خراسان و آن اکنون موجود ست و محبوس ست در دیر عظیم زیر زمین بهفتاد هزار زنجیر مقید ست و بر او مروی زور آور عظیم قد مقرر ست در دست او از آهن گرفته است

و قتیکه دجال اراده حرکت کند آن مرد عظیم البدن آنرا بآن گرز آهنی میزند. پس قرار می کند و پیش دجال يك ازدهائی عظیم ست و قتیکه دجال نفس میگیرد ازدهائی عظیم اراده خوردن او می کند پس بوجه خوف آن مار عظیم دم زدن هم نتواند و قتیکه دجال خواجه خضر علیه السلام را قتل کرده دو قطعه بکند و در میان هر دو قطعه بر خر خود سوار شده بگذرد باز زنده کند و پرسد که مرا خدا میگوئی یا نه خواجه خضر علیه السلام انکار فرماید همچنین سه بار قتل کرده زنده گرداند (بعده بر قتل او قدرت نیابد) همه بلاد و اصار در حکومت آرد مگر مکه معظمه و مدینه منوره و بیت المقدس و کوه طور و قتیکه باری تعالی اراده هلاک آن دجال و هلاک تابعین دجال و هلاک تابعین کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت عیسی ابن مریم علیها السلام از مناره مسجد دمشق بوقت عصر و نماز خواند همراه امام مهدی علیه السلام و در روایتی امام مهدی علیه السلام امام شود و در دیگر روایت آمده که عیسی علیه السلام امام باشد بعد از ادائی نماز برائی قتل دجال برود بر خر خود سوار شده یا بر براق نبوی صلی الله علیه و آله که در معراج آمده بود یا بر اسب که بقدر مثل استر (خچر) باشد و به نیزه دجال را قتل کند و خون او مردمان را بنماید و همه یهود از رسیدن باد نفس عیسی علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند و بادوم عیسی علیه السلام تابو از ده کرده خواهد رفت هر کافر را که رسد آب خواهد شد. روایت ست که هر کافر که در پس سنگ و درخت پوشیده

دجال کفار اند و مراد از مهدی و عیسی علیه السلام مردیست که صفت مهدویت و عیسویت درو باشد یا روح هر دو دران حلول کرده باشد چنانچه قادیانی خود را مصداق این می ساخت و افعال و اقوال و عقائد قادیانی خود شاهد عدل اند براینکه صادق امام مهدی بودن برکنار باد امام مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام نیز بر او نگذاشته غرض که همه اهل اسلام از شرقاً غرباً بر همین ایمان آورده اند که ضرور مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام پیدا باشند قبل از قیامت و کسی که همه امت مرحومه محمدیه و دیگران سابقه را بر ضلال داند او خود ضال و مضل است. ع

همه شیران جهان بسته این سلسله اند
رویه از حیلہ چسان بگسلد این سلسله را
والله تعالى يهدي من يشاء الى صراط مستقيم
العبد المفتقر الى الفيض السبحاني غلام رباني
الحنفي مذهباً والجشتي مشرباً
فالنضجاني ثم الجهاجهي ثم الشمس آبادي مسقطاً ومسكناً
كان الله له ولو الدية ولمشايبه ولا ساذه ولا قربانه ولا حبانہ
ولجميع المؤمنين الى يوم الدين
بجاء حبيبہ الامن الامين وصحبہ المکرمين
الميامين عند اهل السموات واهل الارضين آمين.



وَاعْظُوا لاسلام مَوْلَانَا حَافِظ
سَيِّدِ سِرْ طَهْرُ شَاه قَادِرِي حَنْفِي رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

○ حَالَاتِ زِنْدَگِی

○ رَدِّ قَادِيَانِي

حالات زندگی :

مجمع جمال صوری و معنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد کشمیر سے آ کر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے۔ پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے۔ آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق و شوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔ قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان، وجد آدرخوش الحانی اور حسن سیرت و صورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائد باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے۔ انسان تو انسان،

حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کندہ وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آ کر محفل میں شریک ہوا۔ جب اس اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے شور مچا دیا۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

”اسے چھوڑ دو! یہ بھی کالی کھلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننا چاہتا ہے۔“

چنانچہ وہ اونٹ خاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔“

حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوچھال کلاں (ضلع جہلم) میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر سر راہ گزرتے ہوئے انہوہ کثیر دیکھ کر رک گیا اور جلسہ گاہ میں جا کر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرمادیا اور فرمایا: ”ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔“

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دوردراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے

صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری (جن کی عمر اس وقت چھ یا سات سال کی تھی) نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رو دیئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے لگائی۔ آپ نے انہیں دلاسا دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زبور ہے۔ یہ کیس عین ماہ تک چلتا رہا۔ بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا خلاف شائستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا جیتتی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرتی تھیں۔ آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ آپ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- ☆..... نور ہدایت
- ☆..... شمشیر پیر بر گردن شریعہ
- ☆..... وظائف حضوری
- ☆..... چرخہ ظہوری
- ☆..... خطبات ظہوری
- ☆..... سیف مرید بر فرقہ یزید

☆..... مصمصام حنفیہ

☆..... سیف الخادین علی رؤوس الفاسقین

☆..... مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین

☆..... ظہور کرامت وغیرہ۔

رد قادیانیت:

آپ نے فتنہ قادیانیت کے رد پر دو کتابیں لکھی ہیں:

۱۔ قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی

یہ کتاب قادیانی عقائد، قادیانیوں کو مسلمان ماننے اور ان سے تعلقات قائم کرنے مثلاً نکاح وغیرہ سے متعلق تین اہم فتاویٰ اور ان پر کثیر علمائے کرام کی تصدیقات اور تاثرات پر مشتمل ہے۔

۲۔ ظہور صداقت در رد و مرذائیت (یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو ادارے کو ارسال فرما کر شکر یہ کا موقع دیں)

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاہور، سجادہ نشین دربار شریف ظہوری، منارہ ضلع جہلم) سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مسعود شاہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸ فروری ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزار انور منارہ ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔



قہر یزدانی بر حبان دجال قادیانی

(سن تصنیف: ۱۹۱۲ء)

تصنیف لطیف

واعظ الاسلام مولانا حافظ
سید پر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الله لا يهدي من هو كاذب كفار

قہرزدانی

برجانب

دجال قادیانی

۱..... ﴿..... فتاویٰ عظیمہ من علماء الحنفیہ﴾

۲..... ﴿..... عدم جواز نکاح مرزائی بامسلمہ سنیہ﴾

۳..... ﴿..... عدم جواز صلوة جنازہ قادیانیہ﴾

واعظ الاسلام حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری

جلال پور جٹاں، ضلع گجرات، پنجاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذْ وَضَعَ السَّيْفُ فِي أُمْتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قِبَائِلُ مِنْ أُمْتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى تَعْمَلَ قِبَائِلُ مِنْ أُمْتِي الْأَوْثَانَ وَأَنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمْتِي كَذَّابُونَ يَكْفُرُونَ كُلَّهُمْ بِزَعَمِ اللَّهِ نَبِيُّ اللَّهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمْتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (رواه ابو داود و الترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ کبار رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جاتی تلواریں امت میں نہیں اٹھائی جائے گی تلواریں اس سے قیامت تک۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ملیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے ساتھ مشرکوں کے۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوچھیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے بتوں کو۔ اور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس (۳۰) ہوں گے۔ سب گمان کریں گے وہ نبی خدا کے ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں نہیں کوئی نبی پیچھے میرے۔ اور ہمیشہ ایک جماعت امت میری سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے حکم خدا کا۔

(روایت کیا اس کو ابو داود و الترمذی نے)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى والصلوة على سيدنا محمد المصطفى وعلى آله المجتبي واصحابه المقتدى.

اما بعد ! احقر العباد خادم العلماء فقير حافظ سيد مير ظہور شاہ قادری واعظ الاسلام جلال پور جٹاں ضلع گجرات پنجاب، برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ لاہوری مرزائی جماعت کی طرف سے ایک ”دورۃ اشتہار“ شائع ہوا ہے جس میں بائیس (۲۲) اشخاص نے (جن کے نام آگے درج کیے جائیں گے) حلف اٹھا کر بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ مسلمان ہماری قسمیہ شہادت پر اعتبار کریں اور مرزا صاحب کو مدعی رسالت نہ سمجھیں اور نہ ان کو بسبب دعویٰ نبوت و رسالت کافر و خارج از اسلام سمجھیں۔ جن اشخاص نے ان کو سمجھا ہے غلو کیا ہے اور علمائے اسلام نے الزام لگا کر ان کی تکفیر کی ہے، غلط ہے۔ حقیقت میں وہ نبوت و رسالت کے مدعی نہ تھے بلکہ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

لہذا مسلمانوں کی اطلاع کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ نبوت و رسالت و توہیات انبیاء و عقائد الہامات و تحریرات پیش کی جاتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب رسالت و نبوت کے مدعی تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو خاتم نبوت نہ جانتے تھے اس لئے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ جو ہم عقائد مرزا غلام احمد کے ہے کلہم کافر و خارج از دائرہ اسلام ہیں۔ اگر فقیر کے کہنے پر رنج پیدا ہو جائے تو علماء صاحبان سے بطور استثناء تصفیہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور عیسیٰ ابن مریم سے بڑھ کر ہوں۔ جو کوئی مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔ خدا میری نسبت کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد جس سے تو راضی اس سے میں راضی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے خدا نے مجھے قادیان میں اپنا سچا رسول کر کے بھیجا ہے اور خدا نے مجھ کو کرشن بھی کہا ہے معجزہ کوئی شے نہیں محض مسریم اور شعبدہ بازی ہے۔ آیا اس قسم کے عقائد والے کو کافر کہا جائے یا نہ۔ اس کی امامت و بیعت اور دوستی و سلام علیک اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ رب الجلیل۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسولہ الكريم

اما بعد پس مخفی نہ رہے کہ عقائد مذکورہ کے ماسوا لحد قادیانی کے اور بہت سے عقائد کفریہ ہیں جن میں بعض کا بطور مشتم نمونہ از خردارے کلمہ فضل رحمانی سے ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: عیسیٰ ﷺ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

(ازالہ اہام صفحہ ۳۰۳)

حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے شریر مکار چور شیطان کے پیچھے چلنے والا جھوٹا وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو صمد انعام آئتم صفحہ ۷۷)

اور اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تین دایاں نانیاں زنا کار تھیں۔ انبیاء علیہم

السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔ (توضیح المرام صفحہ ۶۵۴ تا ۶۵۵)

قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مستمریزم ہیں۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۵۰۶ تا ۵۰۷)

دجال پادری ہے اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳)

دجال کا گدھا ریل ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۶۸۵)

یا جوج ماجوج انگریز ہیں اور اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸ تا ۵۰۹)

دخان کچھ نہیں غلط خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

آفتاب مغرب سے کوئی نہیں نکلے گا۔ دلیہ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے کو اور یا جوج ماجوج اور دلیہ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔

مرزا کی طرف سے دعویٰ نبوت

۱۔۔۔۔۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (براین احمد صفحہ ۳۴۹)

۲۔۔۔۔۔ مرسل یزدانی دما مور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادریانی۔

(مرورق ازالہ ابواب)

۳۔۔۔۔۔ خدا نے مجھے آدم صغی اللہ کہا اور مثل نوح کہا، مثل یوسف کہا، مثل داؤد کہا پھر مثل

موسیٰ کہا پھر مثل ابراہیم پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۳)

۴۔۔۔۔۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جن کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار

پا چکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداوند

تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۱۳ تا ۴۱۴)

۵۔۔۔۔۔ چونکہ مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام بھی آدم کہا اور مسیح بھی۔

(ازالہ صفحہ ۲۵۶)

۶۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ازالہ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی مولفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

۷۔۔۔۔۔ احمد اور عیسیٰ اپنے جہالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی ایک طرف یہ اشارہ ہے۔

(ازالہ صفحہ ۶۷۳)

۸۔۔۔۔۔ اور یہ آیت کہ هو المدی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی

المدین کلمہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانے سے متعلق ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۵)

۹۔۔۔۔۔ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی

نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۵ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ)

۱۰۔۔۔۔۔ حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔

(رسالہ آریہ ہرم مولفہ مرزا صفحہ ۶۵)

۱۱۔۔۔۔۔ ان کو کہو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتھم صفحہ ۵۶۵ تا ۵۶۶)

۱۲۔۔۔۔۔ اے احمد تمہارا نام پورا ہو جائیگا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۶)

۱۳۔۔۔۔۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۳)

۱۴۔۔۔۔۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۲)

۱۵..... نبیوں کا چاند مرزا صاحب آئیگا۔ (انجام ص ۵۸)

۱۶..... ما ارسلک الا رحمة للعالمین تکو تمام جہاں کی راحت کے واسطے بھیجا۔

(انجام ص ۷۸)

۱۷..... انی مرسلک الی القوم المفسدین علی الصراط المستقیم۔

یعنی تجھ کو تو مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام ص ۷۸)

۱۸..... یش والقوآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔

یعنی اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہِ راست پر۔ (ہجرت النبی ص ۱۰۷)

۱۹..... قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم اللہ واحد۔

یعنی اے نبی! ان سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ

تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۸۱)

۲۰..... قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً یعنی "اے مرزا تو تمام لوگوں کو

کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں"۔ (اخبار الاخبار ص ۳)

یہی فرمان الہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رسول بنایا جب وہی الفاظ

مرزا صاحب کو خدا نے فرمائے تو وہ کیوں کامل نبی و رسول نہیں۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب

نے خدا پر افتراء کیا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلام احمد صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت

نہیں کیا۔ کیا انہوں نے یہ کتابیں پر خرافات اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں؟ یا جان بوجھ کر چشم

پوشی کر کے مخلوق خدا کو چاہ و ضلالت میں ڈبونا چاہتے ہیں اور فریب دہی کے واسطے چند ایک

شعر مرزا صاحب کے، جو انہوں نے قبل از دعوے لکھے تھے، لکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے

ہیں۔ خصوصاً لاہوری مرزائی جماعت نے بھی یہی شعر پیش کر کے حلف اٹھائی ہے کہ مرزا

غلام احمد کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا: بیٹ

ما سلما یم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

آں رسولے کش محمد ہست نام دامن یاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

مشترکین کے نام یہ ہیں :

۱..... محمد علی (ایم اے پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲..... ابو یوسف مبارک علی (سیا گوت)

۳..... جمال الدین (بی اے انجینئر سکولز جوں)

۴..... سید عبدالجبار شاہ (سابق بادشاہ سوات)

۵..... شیخ نیاز احمد (میوٹیل کمشنر ذریعہ آباد)

۶..... شیخ نور احمد (بی اے پلیڈر ایب آباد)

۷..... محمد یحییٰ دیب گراں (ضلع ہزارہ)

۸..... محمد یحییٰ دانہ (ضلع ہزارہ)

۹..... یعقوب بیگ (ایل ایم فزیشن اینڈ سرجن لاہور)

۱۰..... سید محمد احسن امروہی

۱۱..... کمال الدین (بی اے ایل ایل بی مسلم شری)

۱۲..... خان صاحب غلام (رسول ذہنی ہر شہادت پولیس فیروز پور)

۱۳..... محمد جان مرچنٹ (وزیر آباد)

- ۱۴..... شیر محمد (بی اے پریس اسٹنٹ ریونیوہرموں)
- ۱۵..... شیخ مولانا بخش (پروپرائیٹرز پبلشرز)
- ۱۶..... محمد عجب خان (تحصیل داروشرہ)
- ۱۷..... بشارت احمد (ایل ایم ایس کراچی)
- ۱۸..... عبدالرحمن (ای اے سی محمد نوالہ)
- ۱۹..... صاحب زادہ سیف الرحمن (پشاور)
- ۲۰..... عزیز بخش (پرنٹنگ ضلع ڈیرہ غازی خان)

چونکہ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو قسم کھا کر ان اصحاب نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقائد پر قائم تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

۱..... آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر یقین کرتے تھے۔

۲..... آپ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے جو ان اصحاب نے قسم اٹھا کر لوگوں کو دیا ہے۔ نبوت و رسالت کے متعلق ان کی کتابوں سے بہت کچھ ثبوت دیا گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نبی و رسول تو ایک طرف، مسلمان بھی ہیں کہ نہیں۔

جواب: مرزا صاحب ہرگز مسلمان نہ تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ”پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ

میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو نبی ہے آریوں کا بادشاہ..... الخ۔ (تحریر الہی صفحہ ۸۵)

اور سیالکوٹ والے لیکچر میں کہتے ہیں۔ ”کہ حقیقت روحانی کی رو سے میں کرشن ہوں جو ہندو مذہب کے بڑے اوتاروں میں سے ایک اوتار تھا۔“ الخ

جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ میں آریہ ہوں بلکہ آریوں کا بادشاہ ہوں تو پھر مسلمان ہرگز نہ رہے کیونکہ آریہ لوگ تناخ کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں اور کرشن جی مہاراج کا بھی یہی مذہب تھا۔ چنانچہ وہ گیتا میں لکھتا ہے بہت

بھید تناخ کند داد رش بانواع قالب دروں آورش
ہ تہائے معبود در میروند بھسم سگ و خوک و میروند
جس کا مطلب یہ کہ اعمال مرزا و جزاء اسی دنیا میں بذریعہ اداگون (تناخ) ملتی ہے، یوم الآخرت کوئی نہیں۔ (دیکھو گیتا سترجہ فیض صفحہ ۱۳۶)

پھر کرشن جی ارجن سے کہتے ہیں۔ ”ہم سب گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے۔“ (دیکھو گیتا شلوک ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ ترجمہ روارک پرشاد افق) پھر کرشن جی کہتا ہے۔ ”جس طرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی ایک قالب سے دوسرے قالب کو قبول کرتی ہے۔“

(شلوک ۲۲، ۲۳)

ناظرین یا تو مرزا صاحب کا کرشن ہونا غلط ہے یا مسلمان ہونا غلط ہے کیونکہ کوئی شخص مسلمان اور آریہ دونوں مذاہب کا متبع نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی مجدد اور مسلمان اہل سنت والجماعت کے ایسے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح کفر و اسلام میں کچھ فرق نہ رہا۔ اگر مرزا صاحب

رسول خدا ﷺ کو سچے خاتم النبیین جانتے تو مذکور بالا الہامات سے دست بردار ہوتے۔

سوال: مرزا صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا ہوں مجھے کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں صاحب شریعت بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض آپ پر افتراء ہے۔ الخ

جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات سے ان کا دعویٰ نبوت و رسالت ثابت ہے اگر ان کی تحریریں نہ دکھائیں تو ہم جھوٹے اور اگر آپ نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے تو آپ سے خدا سمجھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ رسول نہ تھے حالانکہ وہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمائیے ان کا شعر ہے کہ نہیں بیٹ

آنچه دادست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام
یعنی جو نعمت نبوت و رسالت کا جام ہر ایک نبی کو دیا گیا ہے وہ تمام جام مجھ اکیلے کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدم سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جس قدر نبی ہوئے ان سب کی نعمت کا جام جب مرزا صاحب کو دیا گیا تو وہ سب سے افضل ہوئے یا نہیں؟ مرزا جی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ آنحضرت ﷺ پر خصوصیت سے اپنی فضیلت کا فخر کرتے ہیں بیٹ

خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمر ان المشرق ان التکو
یعنی محمد ﷺ کے واسطے تو صرف چاند کو گہن لگا تھا اور میرے واسطے چاند اور سورج کو گہن ہوا اب تو کیا انکار کرے گا۔

مرزا صاحب کا یہ شعر پڑھو اور نور عقل سے دیکھو کہ کس قدر دروغ گو ہے اور دھوکا

دہندہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو فریب میں لانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ

ما مسلمائیم از لطف خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا امام اور پیشوا کی یہی عزت ہوا کرتی ہے جو مرزا جی نے کی کہ محمد کے واسطے

ایک نشان ظاہر ہوا تو میرے واسطے دو نشان ظاہر ہوئے۔ مگر مسلمانو! کچھ افسوس نہیں کیونکہ

مرزا صاحب نے اپنی کتاب البریہ صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں نے ایک کشف میں دیکھا

کہ خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم

اور تلخی و شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم

ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو

اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے

موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے

آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو

مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔“

مرزا جی صاحبان فرمائیے کہ جب مرزا صاحب خالق زمین و آسمان اور خالق

انسان ہیں تو بے شک محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باوجود

افضل الرسل اور خاتم النبیین ہونے کے کہیں اپنا کشف نہیں لکھا اور نہ خالق زمین و آسمان

بنے وہ تو وحید ہی بتلاتے رہے۔ اشہد ان محمد عبده و رسوله فرماتے رہے۔

مرزا جی صاحبان آپ نے ناحق جھوٹی قسم کھائی ہے کہ مرزا صاحب پر کن فیکون کے

اختیارات کا جھوٹا الزام ہے۔ دیکھو الہام مرزا صاحب ”انما امرک اذا اردت شینا ان

تقول له کن فیکون۔ اے مرزا اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے تو صرف

کہہ دے کہ ہوا وہ چیز ہو جائے گی۔“ (اشہار، ۲۳ فروری ۱۹۰۵ء)

مرزا کی صاحبان فرمائیے کہ یہ مرزاجی کا الہام ہے یا نہیں؟ اگر الہام ہے تو آپ کا کہنا غلط ہے ورنہ مرزا صاحب کے احکام پر عمل بے سود ہے۔ (دیکھو ترجمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳)

اسی طرح مرزا صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۹ صفحہ ۹ میں بابو الہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے۔ کہ ”یو بدو ن ان یرد طمشک یعنی بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔“ الخ

مسلمانو! الہام کی یہ تفسیر مرزاجی کی اپنی ہی لکھی ہوئی ہے اس سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں :

- ۱..... خدا تعالیٰ جل شانہ بچے جنتا ہے۔
- ۲..... مرزاجی کے حیض سے اطفال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔
- ۳..... مرزاجی خدا کی بیوی ہے جس کے حیض سے طفل اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہر ایک مسلمان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس مذہب میں ایسے ایسے لغو مسائل ہوں وہ مذہب ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا لاہوری مرزاجی جماعت کے اراکین نے جو لکھا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ جھوٹے الزام ہیں۔ اہل اسلام کو بتائے کہ یہ کتابیں مرزاجی کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ اگر مرزاجی کی کتابوں میں یہ ذخیرہ خرافات ہے تو پھر مسلمان سچے۔ اور اگر مرزاجی کی کتابوں میں ایسا نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ ہم پر ناش (مقدمہ) کر کے بذریعہ عدالت جھوٹ سچ ثابت کر لیں۔ اگر مرزاجی کو اپنے دعوے میں آپ سچا یقین کرتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ مرزاجی خدا کے فرمان کے مطابق الہام

پاتے تھے اور مرسل من اللہ تھے تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے وہ وہ باطل مسائل اسلام میں داخل کیے جن کی قرآن شریف اور حدیث نبوی تردید کرتی ہے مثلاً ابن اللہ کا مسئلہ عیسائیوں کا مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا جو کفارہ عیسائیوں کی بنیاد ہے، الوہیت مسیح کا مسئلہ، آریوں اور ہندوؤں کے اوتار کا مسئلہ، حلول ذات باری تعالیٰ کا مسئلہ جیسا کہ کشف میں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا، تجسم خدا کا مسئلہ۔ الفرض ہجو قسم کے باطل مسائل داخل اسلام کر کے خود کرشن جی کا روپ دھار اور آریوں کے بادشاہ بنے باوجود اسلام میں ایسی خرابیاں ڈالنے کے مجدد دین محمدی کا دعویٰ بیس

بریں عقل و دانش بباہر گریست

ہاں اگر لاہوری جماعت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مرزاجی نبوت و رسالت کے دعویٰ میں سچے نہ تھے اور آیات قرآنی کو اپنے پر دوبارہ نازل شدہ سمجھنے میں حق پر نہ تھے تو اعلان کیجئے کہ ہم مرزاجی کے خلاف قرآن و حدیث کشف الہامات کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے ”من اعتقد و حیا من بعد محمد کان کافراً باجماع المسلمین“ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے دو تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں ”کہ سچا خدا ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دائع اہلہ صفحہ ۱۱)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ”دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالجماع“ یعنی ہمارے نبی (محمد ﷺ) کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر

ہے۔ نظیریں موجود ہیں مسلمانہ کذاب اور اسود غشی وغیرہ کے حالات دیکھ لو اور یہ کفر کا فتویٰ حضرت محمد ﷺ کے حکم سے باتفاق صحابہ کرام صادر ہوا تھا اور تیرہ سو برس تک اسی پر عمل چلا آیا ہے کہ جب کسی امتی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا (چاہے اپنی نبوت کا نام ظلی، بروزی، اشتراکی، مختاری، متبع نبی، استعاری وغیرہ وغیرہ ہی رکھا ہو) کافر اور خارج از اسلام سمجھا گیا گو نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہہ گو بھی کہتا ہو۔ مرزا جی اور مرزائی لاہوری جماعت کی یہ دلیل بالکل غلط ہے کہ علماء اسلام نے جو مرزا جی پر کفر کے فتوے لگائے لہذا وہ خود کافر ہو گئے۔ اہی جناب جب نظیر موجود ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے تابعداروں کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار نے کافر کہا تو پھر مسلمان مرزا جی اور ان کے قبیحین کو کافر کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اگر مسلمانہ کذاب بھی مرزا جی والی دلیل پیش کرتا کہ میں کلمہ گو ہوں لہذا جو مجھ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے تو کیا یہ دلیل درست ہوتی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان جیسے کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کلمہ گو تب تک ہی کلمہ گو ہے جب تک خود مدعی نبوت نہ ہو جب خود مدعی نبوت ہوا تو بمعہ قبیحین خارج از اسلام ہوا۔ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔

۱..... مرزا جی آپ کے اعتقاد میں سچے صاحب وحی تھے؟ یعنی ان کی وحی توریت و انجیل و فرقان کی مانند تھی جن کا منکر جہنمی ہوا۔

۲..... جو جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے آپ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں؟

۳..... مرزا صاحب کے الہاموں کو وساوسِ شیطانی سے پاک یقین کرتے ہو؟

۴..... مرزا صاحب کے کشوف من جانب اللہ اور سچے تھے؟

۵..... شیطانی الہامات اور شیطانی کشوف کی کیا علامات ہیں؟

۶..... مرزا صاحب نے جو حقیقت الوحی صفحہ ۳۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا قرآن شریف پر۔“ اے کیا آپ کا بھی یہی ایمان ہے؟

۷..... اگر مرزا صاحب کے عقائد علماء اہل سنت والجماعت والے تھے اور آپ کے بھی ہیں تو پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟
جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔

توجہ طلب نہایت ضروری برادرانِ اسلام کو اطلاع ہو کہ وہ اس ٹھوکرے سے بچیں اور لاہور کی مرزائی جماعت کی گندم نمائی و جو فروشی سے پرہیز کریں، اشاعتِ اسلام کا صرف بہانہ ہے۔ جب ان کو مرزا جی کا حکم ہے کہ ”جس ملک میں جاؤ پہلے میری تبلیغ کرو اگر وہ لوگ میری تصدیق کریں تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھو ورنہ اپنی نماز الگ پڑھو۔“

(دیکھو فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۸۲)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ کا امام حضور (مرزا جی) کے حالات سے واقف نہیں تو

اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے، تو بہتر و گرنہ اس کے پیچھے نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

جب مرزائیوں کو اپنے مرشد کا حکم ہے اور فرض ہے کہ وہ مرزائی عقائد کی تبلیغ کریں تو پھر مسلمانوں کی کس قدر حماقت ہوگی کہ وہ خود چندہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ

کرائیں اور اسلام کی جڑ کھوکھلی کریں کیونکہ اگر عیسائی مرزائی ہوگا تو اس کو مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلہ ولدی پر ایمان لانا فرض ہوگا تو اس صورت میں وہ بجائے ایک ابن اللہ (مسح) دو ابن اللہ (مسح و مرزا) کا قتل ہوگا یعنی ایک ابن اللہ حضرت عیسیٰ اور دوسرا مرزا صاحب۔ پس کوئی مسلمان مرزائی کو تبلیغ اسلام کے لئے ہرگز چندہ نہ دے جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو لے کہ کس اسلام کی تبلیغ مرزائی کریں گے؟ کیا لاہوری مرزائی جماعت تحریری اقرار دیتی ہے کہ وہ مرزائیت کی تبلیغ نہ کرے گی۔ جب تک وہ تحریری اقرار اور ہمارے اس ٹریکٹ کا تشفی بخش جواب نہ دیں ہرگز مسلمان ان کو چندہ نہ دیں ورنہ غضب الہی کے مورد ہوں گے۔ والسلام

- ۱..... اعتر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج و پریزیڈنٹ انجمن تائید اسلام لاہور۔
- ۲..... سید احمد علی شاہ پروفیسر اسلامیہ کالج و امام مسجد شاہی لاہور۔
- ۳..... محمد یار امام مسجد سنہری لاہور۔
- ۴..... قاضی فضل میراں بی اے بی ٹی اسلامیہ کالج لاہور۔
- ۵..... محمد الدین بی اے فیلو، پنجاب یونیورسٹی۔
- ۶..... صدر الدین ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۷..... نور بخش ایم اے ناظم التعليم انجمن نعمانیہ لاہور۔
- ۸..... نجم الدین پروفیسر عربی اور فینکس کالج لاہور۔
- ۹..... احمد علی شیر انوالہ دروازہ لاہور۔
- ۱۰..... حاجی بخش الدین لاہور۔
- ۱۱..... مفتی عبدالقادر مدرس مدرسہ غوثیہ تکیہ سادہ وال لاہور۔

- ۱۲..... عبدالواحد امام مسجد چینی نوالی لاہور۔
- ۱۳..... فضل الدین مصحح مطبع دین محمد سٹیم پریس لاہور۔
- ۱۴..... ابو محمد احمد امام مسجد صوفی لاہور۔
- ۱۵..... محمد حسین (شخص العلماء) پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۶..... محمد باقر پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۷..... حبیب اللہ فنی فاضل کشمیری بازار لاہور۔
- ۱۸..... ایم اے ضیاء الدین پروفیسر ٹیننگ کالج لاہور۔
- ۱۹..... ایم اے فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۲۰..... مولوی کرم بخش میونسپل کمشنر لاہور۔

یہ چند ایک سطور میں نے انجی المکرم حامی دین قانع البدعت ہیر بخش صاحب پبلیشر پوسٹ ماسٹر آنریری انجمن تائید اسلام لاہور کے رسالہ سے نقل کی ہیں۔

توہینات انبیاء

- ۱..... میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲)
- ۲..... جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکلیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲)
- ۳..... حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیدیں باندھی تھیں، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (نقطہ ازالہ صفحہ ۸)
- ۴..... ہر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴)

۵..... یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے۔ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوئے تھے جو شعبہ بازی کی قسم میں سے ہیں۔ دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲) چیزیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا اور ہلنا اور دم بلانا یہ عقلی معجزہ اپنے دادا سلیمان کی طرح ہے۔ (منہا ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۶..... حضرت مسیح بن مریم باذن و حکم الہی المیع نبی کی طرح اس عمل التراب (مسمریزم) میں کمال رکھتا ہے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کی فضل و توفیق سے امید تو یہ رکھتا تھا کہ جو بنمایاں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸)

۷..... یہ جو میں نے مسمریزم کی طریق کا نام علم التراب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشفق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۲)

۸..... چار سو بیسوں کی غلط پیشین گوئی نکلی۔ (ازالہ صفحہ ۱۲۹)

۹..... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۲)

۱۰..... حضرت رسول خدا کے الہام و وحی غلط نکلیں تھیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

۱۱..... اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بیچہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے بموجب متکشف نہ ہوئی..... الخ۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۱)

۱۲..... سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر گائے کا علم مسمریزم تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۲۸)

۱۳..... حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۵۲)

۱۴..... مریم کا بیٹا کشمیر کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام حق صفحہ ۴۹)

۱۵..... کشمیر راجہ رام چندر کی اس کاہم تھا۔

عقائد مرزا صاحب

۱..... ہمارا خدا عاجی ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

۲..... حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک..... الخ (ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۳..... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۲)

۴..... میر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

(ازالہ صفحہ ۴۷)

۵..... قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی ہے مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

(ازالہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۶..... قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کی ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۲۷)

۷..... قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔

(ازالہ صفحہ ۷۲۸-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳)

۸..... قرآن شریف میں انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ (ازالہ صفحہ ۷۶-۷۷)

۹..... اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی

۱۰..... باقی کائنات۔

ہے میں کہتا ہوں کہ نہ سن کل الوجود باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام ۱ صفحہ ۱۸)

۱۰..... امام مہدی کا آنا بالکل غلط ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۵۷-۵۱۸)

۱۱..... پایہ نبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح و جال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۹۵-۳۹۶، انجام آہم، نیمہ)

۱۲..... وہ گدھا و جال کا اپنا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

۱۳..... یا جوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸-۵۰۹)

۱۴..... ذابۃ الارض وہ علماء اور واعظ ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۰)

۱۵..... دخان سے مراد قحط عظیم شدید ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

۱۶..... مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

۱۷..... کسی قبر میں سانپ اور بچھو کھاؤ۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں یہ تو بالکل غلط ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا کوئی فروغی اختلاف ہے۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کی رسالت کے منکر ہیں اس لئے فروغی اختلاف نہیں۔ (مرزا صاحب کی تقریر کا خلاصہ صفحہ ۲۳)

۱۸..... جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور باوجود صد ہا نشان کے مفتری

۱. گو یا مرزا کے نزدیک حضرت رسول اللہ قاتم التین نہیں ہیں۔

ٹھہراتا ہے وہ مؤمن کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ سے نقل کیا ہے۔

۱۹..... ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲)

الجواب: یہ عقائد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر مرزا محمد کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ ان میں یا تو بین انبیاء علیہم السلام ہے یا ادعائے نبوت یا رد نصوص، اور یہ سب کفر ہے۔ پس مرزا قادیانی کے محمد مرتد کافر و جال ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ قادیانی کا کفر تو ایسا ہے کہ جس میں کسی بھی اہل اسلام عالم یا غیر عالم کو کوئی شک و شبہ و تردد نہیں ہے۔ مؤمن کا دل ایسے عقائد سے بھی اس کے کفر کی شہادت دے دیتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(حررہ العاجز یوسف عفی عنہ از پگیلے والا)

الجواب: بلاشبہ مرزا قادیانی بوجہ کثیرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے خود کافر مرتد ہے۔ از انجملہ

کفر اقول: اپنے رسالہ ازالۃ الاہام کے صفحہ ۶۷ پر لکھا ”میں احمد ہوں جو آیت ”مبشرا برسول یاتہی من بعدی اسمہ احمد“ میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ ﷻ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو رات کی تصدیق اور اس رسول کی خوشخبری سنا تا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے والا ہے جن کا نام پاک احمد ہے۔“

”ازالہ کے قول مذکور ملعون میں صراحتہ ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ

افروزی کا مزدہ حضرت مسیح لائے، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: دافع البلاء کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

کفر سوم: اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۳ پر صاف لکھ دیا ہے۔ کہ یہودی عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآن عظیم پر ہی تہمت جڑی کہ وہ ایسی باطل بات بتلا رہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

کفر چہارم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا ”خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا سچا رسول بھیجا۔“

کفر پنجم: ازالہ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر۔ اور ”توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔“

لعنة الله على اعداء انبياء الله و صلى الله عليهم وبارك و سلم۔
ہر نبی کی تحقیر و مظلماً کفر قطعی ہے چہ جائیکہ نبی مرسل کی تحقیر کہ مسمیٰ کے سبب نور باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔ لعنة الله على الكاذبين الكافرين۔

اور اس قسم کے صد باکفر اس کے رسائل میں بھرے ہیں بالجملہ مرزا قادیانی کا فر و مرتد ہے اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔ اور ان کے ساتھ مواکلت، مشاریت اور محالست سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لا تواتوا کلہم ولا تشاربوہم ولا تجالسوہم۔ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”ولا تواتروا الی الذین ظلموا فتمسکم النار“ ظالموں کی طرف نہ جھکو ایسا نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن البہاری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبدالحمید سنہلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے۔ کریم بخش عفی عنہ سنہلی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بریلوی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب ظفر الدین عفی عنہ بریلوی۔

جواب درست ہے۔ عبد الوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر۔

صحیح جواب۔ بندہ فتح الدین ازہوشیار پور سنی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی محمدی سنی حنفی بہاری۔

ابوالفیض غلام محمد سنی حنفی قادری بریلوی۔

نواب مرزا عبدالنبی۔ جواب ٹھیک ہے۔

الجواب صحیح۔ خادم العلماء بندہ امام الدین کپور تھلوی۔

هذا الجواب صحیح۔ سید علی عفی عنہ القادری الجاندھری۔

و جدتہ صحیحاً ملیحاً۔ مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۹ اسیاکوٹی ثم

گجراتی۔ مبردار الاقواء مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بنام نامی منتظر الاسلام بریلوی۔

قولنا بہ هذا للحکم ثابت۔ فقیر سعد اللہ شاہ دلائی ساکن سوات نمبر ملک

ما تحت اخوان صاحب سوات۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمن محمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

هذا الجواب صحیح۔ محمد اشرف مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جوابات مذکورہ بالا مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ احقر الزمن خاکسار سید حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح لاشک فیہ۔ مسکین علم الدین لاہور۔

هذا الجواب صحیح لاشک فیہ۔ محمد رشید الرحمن عفی عنہ۔

لقد اصاب من اجاب حورہ الفقیر المفتی۔ ولی محمد جالندھری۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان پنجاب کی خدمت میں پیش کیے گئے سب نے بالافتاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات و سلام و کلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب قریب ان ہر رسد رسائل میں دو سو علماء کی مہریں دستخط ثبت ہیں۔ ابوسعید محمد حسین بنالوی حنفی اہل حدیث۔

جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی رسالت ہو اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے۔ حورہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ابوالعلاء محمد شلی چیراچپوری۔

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ سید علی زبئی عفی عنہ۔

مدرس مدرسہ دارالعلوم دارالندوۃ لکھنؤ۔

ان عقائد کا معتقد کافر ہے۔ حورہ محمد واحد نور رام پوری۔

مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور ملحد۔ اس کی امامت، بیعت اور محبت بالکل ناجائز ہے۔ رقیبہ احقر عباد اللہ الصمد مرید احمد میانوالی۔

بے شک مرزا قادیانی کے عقائد و اقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

ایسا شخص بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔ جواب صحیح ہے۔ محمد عبدالغنی عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ سید انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد کرامت اللہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

جواب صحیح ہے۔ محمد امین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

قادیانی نص قطعی کا منکر ہے اور جو نصوص قطعیہ سے منکر ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ پس قادیانی دعاوی مذکورہ کا مدعی ہے۔ تو بے شک وہ کافر ہے۔ حورہ امانت اللہ علی گڑھ۔

الجواب صحیح۔ محمد لطف اللہ ازلی گڑھ۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نصیر الدین خان۔

غلام مصطفیٰ۔ ابراہیم۔ محمد سلطان احمد خان۔ محمد رضا خان۔

مرزا قادیانی اور اس کے معتقد اور مرید اور دوست مثل یوسلیم کے کافر ہیں۔

حورہ عین الہدیٰ شاہ عفی عنہ قادری از کلکتہ۔

قادیانی فتنہ پر مسلحہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندگی مردود و کافر نائب ابلیس لعنہ اللہ علیہ۔ زندگی کی توبہ قبول نہیں شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔

جمال الدین ازرباست کشمیری ضلع شہر مظفر آباد۔

الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چچھ موضع پانڈنگ۔

الجواب صحیح۔ سید حافظ محمد حسین واعظ ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

بے شک جو آدمی امور قطعیہ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ قرآن شریف معجزہ کا ثبوت ہے اس کا انکار کفر ہے اور ایسے آدمی کی بیعت بھی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔

حورہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ۔

جواب درست ہے۔ عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ۔

جو شخص کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ عبدالسلام پانی پتی۔

الجواب صحیح۔ فضل احمد ضلع پٹنہ اور علاقہ مردان تحصیل صوابی۔

مرزا قادیانی کے عقائد اس حد تک یقیناً پہنچ گئے ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حکم عائد ہو جائے۔ دعویٰ نبوت اس کے اور اس کے مریدوں کی تصانیف میں بصراحت موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہتک اور استخفاف سے ان کی کتابیں و اشتہار و رسالے مملو ہیں۔ معجزات و خوارق عادت کی دوران کار تاویل میں نصوص قطعیہ کی تحریف معنوی ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لہذا اس کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ المرجعی الی اللہ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری۔

خاکسار مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کے جواب سے اتفاق کرتا ہے۔ کتبہ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔

مرزا غلام احمد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ محمد اسحاق لدھیانوی۔

بے شک الفاظ مذکورہ مسطورہ فتویٰ کفر کے ہیں اور قائل ان کا کافر ہے۔ اگر مرزا مذکور سے یہ الفاظ تقریر یا تحریر ثابت ہیں تو بس کافر ہے۔ راقم فقیر امانت علی ازنگور۔

یہ شخص مدعی حال نبوت و رسالت کا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے دعویٰ کا ہر ایک کلمہ کئی کئی کفریات پر مشتمل ہے پس شریعت غرامیں قائل ان کلمات اور دعاوی کا مثل فرعون و جال مسلحہ کذاب کے ہے۔ اس کے ساتھ بیعت وغیرہ سلام و کلام شرع میں کفر ہے۔ کتبہ محمد محی الدین صدیقی حنفی عفی عنہ مدرس نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر۔

ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے اقوال و کفریہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں وہ بھی کافر ہیں اس لئے کہ الرضا بالکفر کفر۔ حورہ محمد عبدالغفار خان رام پوری۔

ذالک الکتب لاریب فیہ۔ محمد معز اللہ خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ احمد سعید رام پوری۔

قد صحیح الجواب۔ محمد امانت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اور نیز باجماع امت ثابت ہے کہ انبیاء و رسل افضل المخلوق ہیں لہذا جو شخص اپنے لئے رسالت کا مدعی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ

- کو افضل جانتا ہے وہ کتاب اللہ کا مکتب ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے
اتباع کی امامت اور بیعت و محبت ناجائز اور حرام ہے ایسے شخص سے اور اس کے اذتاب سے
سلام کلام ترک کرنا چاہیے۔ حورہ خلیل احمد سہارن پوری۔
- الجواب صحیح۔ ثابت علی سہارن پوری۔
- الجواب صحیح۔ عبداللطیف عفی عنہ سہارن پوری۔
- صحیح جواب۔ محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔
- المجیب مصیب۔ حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔
- الجواب صحیح۔ فضل احمد رائے پور گوجراں۔
- الجواب صحیح والقول نجیح المذنب ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔
- اصاب من اجاب۔ محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔
- رأیتہ فوجدتہ صحیحاً۔ نبی بخش حکیم رسول نگری۔
- الجواب صحیح۔ عنایت الہی سہارن پوری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔
- الجواب صحیح۔ محمد بخش عفی عنہ سہارن پور۔
- الجواب صحیح۔ صدیق احمد انبوشوی۔
- الجواب صحیح۔ احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔
- صحیح الجواب۔ غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔
- الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔
- اصاب المجیب۔ محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔
- الجواب صحیح۔ بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

- الجواب صحیح۔ قادر بخش عفی عنہ جامع مسجد سہارن پور۔
- الجواب صحیح۔ بندہ عبد المجید۔
- الجواب صحیح۔ علی اکبر۔
- المجیب صادق۔ محمد یعقوب۔
- المجیب مصیب۔ عبدالحق۔
- بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان ساکلی ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست
ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت مؤیدہ ہیں اور کتب شرعیہ مملوۃ۔
- کتبہ احقر العباد اللہ الصمد ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔
- الجواب صحیح۔ نور اللہ خان۔
- الجواب صحیح۔ محمد فتح علی شاہ۔
- الجواب صحیح۔ فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔ احمد علی شاہ اجیری۔
- هذا هو الحق۔ جمال الدین کوٹھالوی۔
- المجیب مصیب۔ احمد علی عفی عنہ ٹالوی۔
- جواب درست ہے۔ سلطان احمد گنجوی۔
- جواب درست ہے۔ احمد علی عفی عنہ سہارن پور۔
- الجواب صحیح۔ محمد عظیم متوطن گلگو۔
- جواب صحیح ہے۔ فقیر غلام اللہ قصوری۔
- جواب صحیح ہے۔ محمد اشرف علی عفی عنہ بہاول ہندوستان۔

ما اجاب به المجيب فهو فيه مصيب۔..... غلام احمد امري تھری اید میثرائل نقہ۔
من قال سوا ذلك قد قال محالا۔..... حورہ ابوالہاشم محبوب عالم عقی عہ توکلی
سیدوی ضلع گجرات۔

جواب درست ہے۔..... عبدالصمد مدرس مدرسہ دیوبند۔

ذالک کذا لک۔..... فقیر فتح محمد علی عہ۔

الجواب صحیح۔..... شیر محمد علی عہ۔

لاریب فی ما کتب۔..... رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔..... ابو عبد الجبار محمد جمال امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔..... عبدالکریم مجددی ساکن تنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح۔..... فقیر محمد باقر نقشبندی مدرس مشن کالج لاہور۔

الجواب صحیح لاریب فیہ۔..... محمد رحیم اللہ دہلی۔

الجواب صحیح۔..... محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی۔

هذا هو الحق۔..... خادم حسن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔..... عزیز احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجيب مصيب۔..... محمد انجم مدرس مدرسہ بارہ ہند وراؤ دہلی۔

الجواب صحیح۔..... عبدالرحمن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔..... ہندو ضیاء الحق علی عہ۔

الجواب صحیح۔..... محمد پر دل دہلی۔

الجواب صحیح۔..... ولی محمد کرناوہی۔

شخصیکہ رسالت باشد منکر نص قطعی است "ولکن رسول
الله وخاتم النبیین" ودر کفر قطعیات اختلاف نیست درہ چنین کسان
بیعت و محبت چہ معنی دارد؟ اراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

سب نبی کفر ہے اور دعوی نبوت کفر ہے۔ نبی سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا کافر ہے۔
ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی علی عہ۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی ایک دہریہ معلوم ہوتا ہے مغتری علی اللہ ہے اس
کے الہامات سے معلوم ہوا کہ اسے خدا پر ایمان نہیں کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے
افترائے نہیں کیا کرتا اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے
لئے کرتا ہے پس اس کی امامت جائز نہیں۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔

چونکہ شخص مذکور اپنے کو سچا رسول کہتا ہے اور رسالت کا ختم ہو جانا آنحضرت ﷺ
پر نصوص قطعیہ بتقدیر سے ثابت ہے جو حد تو اتر میں داخل ہے اس لئے وہ شخص بلاشبہ دائرہ
اسلام سے خارج ہے پس امامت یا بیعت و دوستی سلام کلام اس سے اور اس کے مریدوں
سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم احقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

جواب صحیح ہے۔..... محمد اخلق علی عہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الاجوبہ صحیحہ۔..... مقبول حسن علی عہ مدرس سیوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

لقد اجاب من اصاب۔..... مشتاق احمد اول مدرس فیض عام کانپور۔

جو کلمات سوالات میں مذکور ہیں ہر ایک کلمہ کا مرتکب اشد کافر ہے۔ العاجز عبداللہان وزیر آبادی۔
مرزا غلام احمد کے خیالات اور عقائد اکثر ایسے ہیں جن سے فتوی کفر عائد ہوتا ہے۔ یوسف
علی عفا میر علی خیرنگری۔

جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ ناظم دینیات مدرستہ العلوم علی گڑھ۔

تمام علماء نے اس کے کافر ہونے پر اتفاق کر لیا ہے کوئی گنجائش تاویل کی نہیں لہذا اس کی بیعت اور اس کے پیروے مجالست و مواصلت قطعی حرام ناجائز ہے۔ ابوالعظم سید محمد اعظم شاہ جہاں پوری۔

میری نظر سے مرزا کی کتابیں گزریں ان میں صراحۃ عقائد کفریہ مرقوم ہیں لہذا میں باعتبار ان کتابوں کے مرزا صاحب کو کافر سمجھتا ہوں۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہ جہاں پوری۔

مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جو نصوص قاطعہ کے خلاف ہیں لہذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عبدالکریم علی عراز ہندوستان۔ محمد حسین علی ع۔

جو شخص توہین کسی نبی کی انبیاء علیہم السلام سے کرے وہ مردود اور کافر ہے یعنی ایسا کافر ہے کہ اس کی توبہ میں اختلاف ہے تو اس کا کفر اور کفار کے کفر سے زائد ہے۔ العباد باللہ فقط محمد عثمان علی ع مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط محمد عبدالخالق علی ع مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک یہ شخص اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ مولوی محمد عثمان صاحب دم طلبہ نے تحریر فرمایا ہے۔ فقط ابوالرفعت محمد سخاوت اللہ خان مدرسہ سیوم مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

مرزا غلام احمد قادیانی یقیناً کافر ہے اس کی تکفیر میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ احقر کو اس کی کتب تمامیدیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے اس سے اور اس کی تبیین سے اسلامی طریقہ

سے ملنا جلنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب محمد اعزاز علی بریلوی۔

مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلمات شنیعہ کہنے والا وغیرہ سراسر کاذب اور مفتری انتہا درجہ کا بے دین، مرتد، لحد، خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبد الجبار عمر پوری دہلوی کشن گنج۔

مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلا ریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بنا پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزا میں آیات و احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات و احادیث سے ممنوع ہے جملہ تکالیف شرعیہ و ارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں؟ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخالفت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی الموزائیت ہے۔ حورہ محمد عبدالحق المملتانفی علی ع۔

الجواب صحیح۔ محمود علی ع ملتانی۔

بلا ریب و شک مرزائی لوگ مرتد اور کافرین ہیں ایسے ظالموں سے احتراز کرنا قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد خوش بنیاد جناب باری تعالیٰ کا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ حورہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری قریشی الباشی جلال پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ علی ع ملتانی۔

فتویٰ نمبر ۲

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید تو نہیں ہوں اور نہ اس کے اعتقاد یہ مسائل میں شامل ہوں لیکن اس کو مسلمان جانتا ہوں۔ کیا ایسے شخص کی بیعت اور امامت درست ہے؟

اور شرعاً اس کو کیا کہنا چاہیے؟ ہنسوا بالتفصیل جزاکم الله الرب الجلیل

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ کے معلوم ہونے کے باوجود اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص اکثر وہی دیکھے گئے ہیں جو منافق اور کافر ہیں یعنی دراصل مرزائی ہوتے ہیں لیکن ظاہر داری کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو مسلمان جانتے ہیں یا اس پر ہم کفر کا فتویٰ نہیں دیتے یا ہم اس کو اچھا تو نہیں جانتے لیکن کافر بھی نہیں کہتے۔

دراصل یہ سب کاروائی منافقانہ ہے کوئی مصلحت مد نظر رکھ کر ظاہر نہیں ہوتے فی الحقیقت کچے مرزائی ہوتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ ایسے کافر کی تکفیر میں توقف یا تردد کرے۔ الحاصل مرزا اور اس کے سب مرید اور باوجود مرزا کی کفریات کے معلوم ہونے کے اس کے کفر میں توقف کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔ تو بین انبیاء علیہ السلام ادعائے نبوت رد فصوص ایسا کفر ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں اس واسطے دلائل لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم حورہ العاجز یوسف

علی علیہ السلام

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے مرتد ہے، بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کرے وہ بھی کافر مستحق عذاب عظیم ہے۔ شفا شریف میں ہے ”یکفر من لم یکفر من وان بغير مله المسلمین من الملل او وقف فیہم او شک“ یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے اس کی تکفیر میں توقف یا شک و تردد رکھے۔ وغیرہ مجمع الانہر ودر مختار وفتاویٰ خیریہ و ہذا زیہ وغیرہ میں ہے ”من شک فی کفره وعذابه فقد کفر“ یعنی جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن انصاری علیہ السلام

..... احمد رضا علی

صحیح جواب۔

..... محمد عبدالجبار سنہلی علیہ السلام

الجواب صحیح۔

..... عبدہ ظفر الدین بریلوی خلی قادیانی رضوی۔

صحیح جواب۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی مہر دارالافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلوی منظر الاسلام۔
الجواب صحیح والمحبب مصیب۔..... احقر زمزم محمد حسن مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔
جواب صحیح ہے۔..... سید حسن علی مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

..... کریم بخش سنہلی علیہ السلام

جواب صحیح ہے۔

..... عبد الوحید مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

الجواب صحیح۔

..... محمد اشرف مدرس نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح ہذا۔

..... فقیر سعد اللہ شاہ ساکن سوات۔

قولنا به هذا المحکم ثابت۔

رأیتہ وجدنتہ صحیحاً ملیحاً۔..... مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۱۹ سیالکوٹی ثم مہجراتی۔

جواب صحیح ہے۔ بندہ امام الدین کبوتر تھلوی۔

هذا الجواب صحيح۔ سید علی جالندھری۔

لقد اصاب من اجاب۔ حرره الفقير المفتي ولي محمد جالندھری۔

الجواب صحيح۔ بندہ فتح الدین ہوشیار پوری۔

هذا الجواب صحيح لا شك فيه۔ محمد رشيد الرحمن۔

الجواب صحيح لا شك فيه۔ علم الدین لاہوری۔

جواب صحیح کو مسلمان سمجھتا ہے وہ یا جاہل یا بد عقائد۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ مکتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ سید علی زینی مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح والمجيب مصيب۔ ابو العلام محمد شبلی عفی عنہ جی راجپوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ایسا شخص جاہل ہے اس کو سمجھانا چاہیے اور اگر وہ اپنی غلطی پر مصر ہو اور ہٹ دھرمی کرے تو اس کی امامت سے بچنا چاہیے اور بیعت ایسے شخص سے نہ کی جائے یہ شخص بدعتی ہے۔ حررہ واحد نور رام پوری۔

بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حررہ محمد امانت اللہ علی گڑھ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ محمد لطف اللہ علی گڑھ۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانے لگا اس کے طریقے پر نہ ہو یا مرید نہ ہو مگر وہ ایسا ہے جیسا کہ شہر اور ابن زید اور ابن ملجم کو مسلمان جانتا ہے۔ اور جاننے والا ہے منافق اور خارجی ہے۔ حررہ عین الہدی شاہ قادری از کلکتہ۔

ایسا شخص جاہل ہے کفر اور اسلام میں تمیز نہیں رکھتا اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ تعصب بے محل غل امامت و ارشاد ہوگا۔

حررہ ابوالخالد محمد عبد الحمید عفی عنہ حنفی القادری الانصاری النظامی لکھنؤ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ ابو سعید محمد عبد الحق لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد عبد العزیز لکھنؤ۔

صحیح جواب۔ عبد الحق لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ ولی محمد کرنا لوی۔

جواب صحیح۔ محمد قاسم عبد القیوم الانصاری لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد برکت اللہ لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبد الحادی الانصاری لکھنؤ۔

صحیح الجواب۔ محمد عبید اللہ لکھنؤ۔

ایسا شخص فاسق ہے۔ محمد عبد الغنی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحيح۔ بندہ محمد قاسم مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد کرامت اللہ دہلوی۔

الجواب صحيح والمجيب نجيب۔ بندہ محمد آمین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد عبد الحق دہلوی۔

جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر و خارج دائرہ اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ ابو محمد سعید محمد حسین بنالوی۔

اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ عقائد کفریہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی و خوش ہے تو یہ بھی کافر

ہے لان الرضا بالكفر کفر۔ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری مدرسہ آئینہ دہلی۔
مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے ایسے شخص۔
بیعت کرنا حرام اور اس کو امام بنانا جائز ہے۔ مشتاق احمد خفی مدرسہ گورنمنٹ اسکول دہلی۔
کسے کہ قاتل جواز اقتداء خلف مرزا و اتباع او باشد مخطی
وناواقف از اصول دین است زیرا کہ صحت نماز بدوں ایمان صورت
نمی بندد وبطلان نماز امام موجب بطلان نماز مقتدی است
کمالا بخفی علی من له مسکہ بالدين و بیعت چنین ناواقف برین قیاس
باید کرد۔ غلام احمد مدرسہ نعمانیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ذاکر بگوی عفی عنہ لاہوری۔

من اصاب فقد اجاب۔ غلام رسول ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ابو محمد احمد عفی عنہ چکوال لاہوری۔

الجواب صحیح۔ نور احمد امرتسری۔

اصاب من اجاب۔ سید حسین مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود دعویٰ کے اٹل اسلام جانے یا اپنے دعوے میں
صادق سمجھے وہ اسلام اور دین محمدی سے خارج ہے۔ الراقم عبدالجبار امرتسری۔

الجواب صحیح۔ عبدالعزیز ساکن قلعہ صہبہ سنگہ۔

ایسا شخص منافق ہے ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں سلام دین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ حکیم ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری۔

الجواب صحیح۔ سید شاہ حیدر آبادی۔

جو شخص اس کو حق جانتا ہے وہ بھی صراط مستقیم دین تویم سے منحرف ہے مرید احمد قادیانی۔
ایسا شخص کافر اور مرتد ہے ابو یوسف امرتسری۔

ایسا شخص سائر حق ہے اور باطن میں معتقد قادیانی کا ہے ایسے امام کی بیعت وغیرہ سے کنارہ
کشی واجب ہے۔ الراقم محمد محی الدین الصدیقی لکھنوی امرتسری۔

الجواب صحیح۔ محمد اخلق لدھیانوی۔

اس کے عقیدے میں فرق ہے اس کی امامت اور بیعت جائز نہیں۔ الراقم عبدالسلام پانی پتی۔
شخص مذکور اگر مرزا کے کفر یہ مقدمات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد اس کی تکفیر کرے تو
فیہا ور نہ وہ بھی قادیانی کے ساتھ کفر میں ”ہم رشتہ“ ہے اس کی بیعت اور امامت جائز نہ
ہوگی۔ حورہ خلیل احمد۔

الجواب صحیح۔ عبداللطیف سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

الجواب صحیح والقول تصحیح۔ غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور
ہر ایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت موجد ہیں اور کتب شرعیہ ان سے مملو۔ مکتبہ احقر
عبد اللہ الصمد۔ ابو الوفا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأینہ فوجہ صحیحاً۔ نبی بخش حکیم رسول نگر۔

- اصاب من اجاب - فضل احمد رائے پور گجرات -
- الجواب صحيح - محمد ركن الدين نقشبندی ساكن الور -
- ما اجاب به المجيب فهو مصيب - غلام احمد امرتسری -
- جواب صحيح ہے - خادم شریعت ابوالہاشم محبوب عالم سید سے ضلع گجرات -
- الجواب صحيح - فتح محمد -
- صحیح جواب - شیر محمد -
- الجواب صحيح - فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور -
- الجواب صحيح - فقیر غلام اللہ قصوری -
- الجواب صحيح - فتح محمد -
- الجواب صحيح - احمد علی شاہ اجیری -
- هذا هو الحق - جمال الدین کنیالوی -
- الجواب صحيح - سلطان احمد گنجوی ضلع گجرات -
- الجواب صحيح - محمد عظیم متوطن گھکلو -
- المجيب مصيب - احمد علی بنالوی -
- الجواب صحيح - صدیق احمد مونوی -
- جواب درست ہے - احمد علی عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ -
- الجواب صحيح - عنایت علی سہارن پوری -
- الجواب صحيح - محمد بخش سہرائی -
- الجواب صحيح - گل محمد خان مدرسہ عربیہ دیوبند -

- الجواب صحيح - سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند -
- الجواب صحيح - غلام اسعد خفی مدرس مدرسہ دیوبند -
- الجواب صحيح - عزیز الرحمن مفتی عفی عنہ مدرسہ عالیہ دیوبند -
- اصاب المجيب - محمد حسن مدرس دیوبند -
- الجواب صحيح - بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند -
- الجواب صحيح - قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور -
- الجواب صحيح - بندہ عبدالحجید عفی عنہ -
- الجواب صحيح - علی اکبر عفی عنہ -
- المجيب صادق - عبدالحق -
- الجواب صحيح - ابو عبد الجبار محمد جلال الدین امرتسری -
- الجواب صحيح - رحیم بخش جالندھری -
- الجواب صحيح - عبد الصمد عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند -
- الجواب صحيح - عبد الکریم ساکن نڈہ محمد خان ضلع حیدر آباد سندھ -
- الجواب صحيح - محمد یعقوب دیوبند -
- الجواب صحيح والمجيب مصيب - حبیب المسلمین مدرس اول مدرسہ حسین بخش دہلوی -
- الجواب صحيح - محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی -
- هذا هو الحق - خادم حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی -
- الجواب صحيح - محمد ناظر حسن صدر مدرس عربیہ فتح پوری دہلی -
- الجواب صحيح - محمد عزیز احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی -

- المجیب مصیب۔ محمد اکرم عفی عنہ مدرسہ بارہ ہند دہلی۔
- الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی۔
- الجواب صحیح۔ حبیب احمد مدرسہ فتح پوری۔
- الجواب صحیح۔ ولی محمد کرناولی۔
- ایسے آدمی کی بیعت ہی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔ احمد علی عفی عنہ۔
- الجواب صحیح۔ عبداللہ خان مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔
- جو ایسے مدعی کو اس کے اقوال کا ذہب اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتا ہے اور راضی ہے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ محمد عبدالغفار خان رام پور۔
- الجواب صحیح۔ محمد سلامت الہدی رام پوری۔
- جواب صحیح ہے۔ احمد سعید رام پوری۔
- الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔
- ذالک الكتاب لا ریب فیہ۔ محمد معز اللہ خاں رام پوری۔
- ایسے صریح منکر کو مسلمان سمجھنا تو گویا خود مسلمانوں سے خارج ہونا ہے۔ ابو المعظم سید محمد اعظم مفتی حنفی شاہ جہاں پوری۔
- جو شخص مرزا غلام احمد کے عقائد مخالف کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ اس سے کسی کو بیعت کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف علی میرٹھی جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ علی گڑھ۔
- مرزا اور اس کے اتباع کی مثل میرے نزدیک اسلامی فریق میں ایسا کافر کوئی نہیں۔ العاجز عبدالمنان وزیر آبادی۔
- جو ایسے اعتقاد والے کو مسلمان جانے وہ شخص بھی کافر ہے۔ جمال الدین ریاست کشمیر۔

- الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چھ۔
- الجواب صحیح۔ سید محمد حسین واعظ سادھورہ۔
- جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر مسلمان لکھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلی کشن گنج۔
- جو شخص مرزا قادیانی کے حق میں باوجود الہامات کے معلومات کے کہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تفصیل دیتا ہے اور دعویٰ رسالت کرتا ہے، حسن ظن رکھتا ہو اور اس کو مسلمان کہتا ہو تو وہ شخص خود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی امامت اور بیعت شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے اور اہل اسلام کو اس سے اجتناب لازم ہے۔
- حورہ محمد خدا بخش عفی عنہ پشاور۔
- مرزا کو یہ شخص اگر بنا بر جہالت کے مسلمان سمجھتا ہے تو معذور سمجھا جائے گا اگر باوجود اس کے ایسے دعاوی کفریہ اور عقائد باطلہ کے اس کو محض کلمہ گوئی کے مسلمان جانتا ہے تو خود اس کے اسلام پر خطرہ ہے۔ اس کو پہلے تعلیم کافی دی جائے اگر نہ سمجھے پھر اس کی امامت اور بیعت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حورہ عبدالحق ملتان۔
- الجواب صحیح۔ محمود عفی عنہ ملتان۔
- الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ ملتان عفی عنہ۔
- من سب الشیخین او طعن فیہما فقد کفر لا تقبل توبتہ بل یقتل (در مختار) چہ جائیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات پر طعن کرنے والے۔ اور دعوائے نبوت کرنے والا اشد کافر ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم اپنی وحدانیت میں لاشریک ہے ویسا ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندوں میں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ تو اب اقدام اہل اللہ فقیر

ابو میر محمد امیر اللہ قریشی الباشی جلال پور جٹاں بقلم خود۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی رسالت کے قائل ہیں، اس کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس واسطے علمائے عرب و عجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کسی مرزائی سے کر دے بعد میں اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے۔ آیا یہ نکاح عند الشریع جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح غائبی بلائے طلاق مرزائی زوج کے کسی مسلمان سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاء کم الله الرب الجلیل۔

الجواب: مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کر سکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فوراً جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے۔ بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ رد المحتار میں ہے قولہ "حرم نکاح الوثنیث وفي شرح الوجیز وکل مذهب بکفر وبہ معتقدہ" درختی نہیں ہے "ویبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النکاح والذبیحة" الخ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جوارم جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں اگر ازر دئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کر کے اس کا جرح نہ ہونا قبول کر لے تو جرح نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے۔ ہاں دختر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبد الباقی نواب مرزا علی حسنی بریلوی۔

صحیح جواب۔ واللہ اعلم فقیر احمد رضا خاں علی مد بریلوی

الجواب هو ملهم الصدق والصواب بے شک بلا تردید کر سکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہو سکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ولا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية" واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ فقط حرره الفقیر القادری وحی احمد حسنی فی مدرستہ الداویۃ فی بکلی بھیت

الجواب صحیح بلا قیل وقال والمجیب مصیب بعون الله المتعال الفقیر محمد ضیاء الدین جو کچھ کہ حضرت قبلہ محدث ارشد فقیہ اہل حدیث صاحب تصانیف کثیرہ جناب مولانا مولوی وحی احمد قبلہ مشہور محدث سورتی دام فیضہ القوی وعم مدظلہ الی یوم الابدی نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مجیب مدظلہ الاقدس اپنے جواب میں فبیح ہیں۔ فقط حرره عبدالاحد مدرس مدرستہ الحدیث بکلی بھیت۔

الجواب: مرزا کے پیرو جو کہ اس کی نبوت کے قائل ہیں اور اس کے عقائد کے معتقد، وہ بے شک کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمہ عورت کا نکاح مرزائی سے منعقد نہیں ہوتا بعد علم اس امر کے کہ زوج مرزائی ہے زوجہ کا والد اپنی دختر کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ

کر سکتا ہے چونکہ پہلا نکاح کوئی چیز نہ تھا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَا مَآءَ مُؤْمِنَةٍ حَتّٰی تُشْرِكُوْا ۚ وَلَوْ اَعَجَبَتْكُمْ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ اَعَجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْ اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِآذِنِهٖ وَيُبَيِّنُ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۲۱)

فتح القدیر میں ہے: ”ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم وافی شرح الوجیز وکل مذهب یکفر به معتقده لان اسم المشرک یتناولهم جمیعاً“

مرزائی بقول صریح کلم فقہ مرتد میں اور مرتد کا نکاح باطل ہوتا ہے بعد گزرنے عدت کے وہ عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے کما هو مصرح فی کتب الفقہ رقیبہ العبد محمد ابراہیم الحنفی القادری عفی عنہ المدرس بالدرستہ الشمیثہ بجامع بلدہ بدایوں۔

الجواب صحیح والرائی نجیح۔ حورہ محمد عبدالمتقدر القادری اہل دیوبند عفی عنہ خادم المدرستہ القادریہ۔

صحیح الجواب والمجیب مصیب۔ محمد عبدالماجد عفی عنہ مہتمم مدرسہ شمسہ بدایوں۔
الجواب صحیح والقول قوی۔ حورہ المسکین احقر العباد نعوی علی بخش گنہ پند احقر العباد سید شہاب الدین جالندھری بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ محمد شرافت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد شجاع علی۔

اصاب من اجاب۔ رقمہ محمد علی رضا عفی عنہ رام پوری۔

الحکم کذا الک۔ محمد معز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

من اجاب اصاب۔ محمد گلاب خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ خواجہ امام الدین صدیقی مدرسہ پشاور عفی عنہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ پیر حافظ سید ظہور شاہ قریشی البہاشی جلال پوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔ محمد یونس عفی عنہ پشاور۔

واللہ درالمجیب اصاب فیما اجاب الراجی الی غفران الحق۔ نورالحق عفی عنہ پشاور مانسہری مولدا۔

هذا الجواب هو الصواب وموافق کما فی الكتاب۔ محمد عبدالکیم سورتی پشاور عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور۔

الجواب صحیح۔ نورالحق مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح وحقیق بالقبول۔ محمد میر عالم پشاور ہزاروی اول مدرس عربی انجمن حمایت اسلام۔

الجواب صواب ومثاب۔ عبدالوہاب عفی عنہ پشاور۔

المجیب مصیب۔ حورہ الایم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید مفتی

عبدالحمید المرقوم غفرلہ القیوم الساکن فی بلدہ پشاور۔

جواب درست۔ احمد علی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندرکوٹ۔

الجواب صحیح۔ محمد قمر الدین عفی عنہ رام پوری۔

ذالک کذا الک۔ سردار احمد مجددی رام پوری۔

المجیب مصیب۔ حورہ احمد علی عفی عنہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ محمد نور الحسن علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ خاں زمان علی مدرس سیوم جامع العلوم کان پور۔

المجیب هو المصیب۔ محمد یار لاہوری۔

المجیب هو المصیب۔ ابوالحسن خٹانی خلف الرشید مولانا واولینا مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

اصاب من اجاب۔ احقر دوست محمد جالندھری بقلم خود۔

هذا الجواب مطابق للحق۔ غلام محمد علی مدرس پوری نمبر دار یک نمبر ۱۲۵۵ ضلع لاہور۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب ویؤیدہ ماحققہ الفاضل البریلوی فی رسالته المسماة بازالة العار فی حجب الکرم عن کلاب النار وکذا ما فی رد الرفضة ونزهة الارواح فی احکام النکاح فی بحث الکفو فی زاد المعاد فی هدی خیر العباد وللعلامة ابن القيم فی بحث الکفو لان نکاح المسلمة بالکافر والکافرة بالمسلم لا ینعقد اصلا والمسلمة بالمبتدع موقوفا وللاولیاء حق الاعتراض فان ترکها فبها والافالفتح للقاضی او المحکم کما فی بهجة المشتاق فی احکام الطلاق فی بحث الفتح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حرره فقیر محمد یونس عفی عنہ قادری حنفی کشمیری مولد ابشاوری نزیرا بقلمہ۔ ترجمہ: جواب صحیح اور درست ہے جیسا کہ تاہد کرتا ہے اس کی وہ جو تحقیق کیا ہے فاضل بریلوی نے رسالہ مسنی ازالة العار فی حجب الکرم عنہ کلاب النار میں اور جیسے کہ رد الرفضة اور نزهة الارواح میں ہے کہ نکاح کے حکموں میں بحث کفو میں اور زاد المعاد فی

هدی خیر العباد لابن قیم میں ہے بحث کفو میں کیونکہ نکاح مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ اور کافر عورت کا مسلمان مرد کے ساتھ ہرگز منعقد نہیں ہوتا مسلمان عورت کا نکاح بدعتی مرد کے ساتھ موقوف ہوتا ہے اگر وہ بدعت سے توبہ نہ کرے تو عورت کے ولیوں کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر وہ بدعتی خاندان ولیوں کے اعتراض پر اس کو چھوڑ دے تو بہتر ورنہ قاضی کے حکم سے ٹوٹ جائے گا جیسے کہ بهجة المشتاق احکام بحث فتح میں ہے۔ واللہ اعلم الخ

الجواب صحیح علمائے کرام نے بے شک مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ہونے کی حالت میں جو امور جواب میں تحریر فرمائے ہیں صحیح اور درست ہیں۔ واللہ اعلم احمد علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب: چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے نقد پر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہیے۔ لہذا نکاح عورت مسلمان کا کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط راقم محمد عبدالعزیز علی عن مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول ماننا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ راقم فیض الحسن نعمانیہ لاہور۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ مرزا کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پس اس کا پیرو جس کے عقائد مثل مرزا کے کفر یہ ہیں اور تاویل ممکن نہیں مسلمہ سنیہ عورت کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اگر کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ مکتبہ عزیز الرحمن علی عن مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

- اصاب المجیب۔العلامہ ہندہ اصغر حسین عفی عنہ۔
الجواب صحیح۔محمد سہول عفی عنہ مدرس دیوبند۔
الجواب صحیح۔بشیر احمد عفی عنہ دیوبند۔
الجواب صحیح۔خاکسار سردار احمد عفی عنہ دیوبند۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم چونکہ مرزائی فرقہ رسول کریم علیہ النجۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتا بلکہ ان کا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی ہی آخر الزمان نبی ہے اور ایسا ہی اس کو مسیح موعود اور کرشن وغیرہ مانتے ہیں اور نیز جمہور کے خلاف انہوں نے قرآن مجید کے معنی کیے ہیں۔ اس واسطے یہ لوگ مسلمان نہیں تصور کئے جاتے چونکہ وہ خود ہمیں کفر جانتے ہیں اس واسطے ایسے اشخاص سے مسلمان لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ نیازمند نبی بخش حکیم رسول نگری۔

جو لوگ مرزا کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید ﴿ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ وقال ﷺ لانی بعدی (رواہ الترمذی) محمد منور علی عفی عنہ رام پوری۔

بے شک مرزائی حکم مرتد میں ہیں اور ان سے مسلمہ عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ فقط رشید الرحمن رام پوری حالی وارد جالندھر۔

الجواب صحیح۔محمد ربیعان حسین عفی عنہ۔

بسملة وحمدلة وصلاة وسلاماً الامر کذا الک۔ خادم اشعراء والاطباء والعلماء محمد ہادی رضا خان رئیس لکھنؤی خلف حکیم مولوی محمد حسن رضا خان صاحب مرحوم۔

الجواب صحیح۔محمد عبدالسلام ٹوانوی۔

حصار ذالک کذا الک۔فقیر سید عبدالرسول عفی عنہ جالندھری۔

بے شک مرزائی سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر کوئی کر دے تو بلا طلاق مرزائی زوج کے نکاح ثانی مسلمان سے کر سکتا ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح نکاح ہی نہ تھا۔ حکیم مولوی عبدالرزاق راہوں بقلم خود محمد اسحاق راہوں۔

صحیح جواب ہے۔حبیب الرحمن منجن آبادی۔

اے عزیز باتمیز آگاہ ہواور ہوشیار ہو جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرے وہ بے شک مرتد اور کافر ہے اس کے ساتھ کھانا اور پینا اور سلام علیک کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ خیال کرنے کی جا ہے۔ طریقة المسلمین میں ہے فجعله عبداً کاملاً بحیث لا شریک لہ فی العبودیت وکمالہا کما انہ لا شریک للرب فی الربوبیۃ وخواصہا خلاصہ کلام اور مطلب مرام یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شریک الوہیت اور ربوبیت میں نہیں ہے اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نظیر اور سہم عبودیت میں نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کیا خوش لہجہ میں کہا ہے بیت

محمد سا اگر کوئی بشر ہوئے تو میں جانوں

جہاں میں گر نظیر ان کا دگر ہووے تو میں جانوں

بقلم خود :

خاکپائے اہل اللہ فقیر میر محمد امیر اللہ عفی عنہ مولانا قریشی الہاشمی جلال پور جٹاں۔

فتویٰ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کے حق میں ایک مسجد کا امام ہوا اور مدعی علم ہو۔ ایک مرزائی مرگیا پہلے اس کا جنازہ مرزائیوں نے کیا اور دوبارہ امام مذکور جو اہل سنت والجماعت ہے، اس نے جنازہ کیا۔ تکفیر مرزا اور اس کے پیروان کا وہ عالم ہے کہ کل علمائے عرب و عجم تکفیر مرزا پر مواہیر ثبت کر چکے ہیں۔ امام مصلی جنازہ اس فتویٰ کو دیکھ چکا ہے ویدہ و دانستہ جواب کیا کام کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو و۔

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی، نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں اور ان کے مرید اور مقلد ان کے ان سب دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از دائرہ اسلام ہونا مسلم الثبوت مسئلہ ہے۔ امام ابو الفضل قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک من ادعی نبوة احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب مسیلمة والاسود العنسی وبعده کالعیسویة من الیہود القائلین بتخصیص رسالته الی العرب وکالجزمیة القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الروافضة القائلین بمشاركة علی فی الرسالة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعده کذالک کل امام عند هؤلاء یقوم مقامه فی النبوة والحجة وکالبزغیة والبیانیة منهم القائلین بنبوة بزغ و بیان او من ادعی النبوة لنفسه او جوز اکتسابها بالبلوغ بصفاء القلب الی مرتبتها کالفلاسفة وغلاة المتصوفة وکذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع

النبوة وانه یصعد الی السماء ویدخل الجنة ویاکل من ثمرتها رباعین الحور العین فہؤلاء کلہم کفار مکذوبون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه اخبر انه خاتم النبیین لانی بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین وانه ارسل الی كافة الناس واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلہا قطعاً اجماعاً وسمعا (جلد ۵ صفحہ ۵۱۹) ترجمہ: اور ایسا ہی جو شخص کہ دعویٰ کرے کسی ایک کی نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یعنی ان کی موجودگی میں جیسا کہ مسلمانہ کذاب کے پیرو اور اسو غنسی کے تھے اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے پیچھے ان کے مانند عیسویہ کے یہودیوں سے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو عرب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور مانند جزمیہ کے جو تو اتر رسل کے قائل ہیں (وہ کہتے ہیں کہ رسول ہمیشہ آتے رہیں گے) اور مانند بعضوں کے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور ان کے پیچھے بھی نبی تھے اور ایسے ہی ان کا ہر امام ان کے نزدیک نبوت اور حجت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہے اور مانند بزغیہ اور بیانیہ کے جو ان سے بزرگ اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں یا وہ شخص جو اپنی ذات کے واسطے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے حاصل کرنے اور صفائی قلب کے ساتھ نبوت کے مرتبہ پر پہنچنے کو جائز کہتا ہو مانند فلسفیوں اور گمراہ صوفیوں کی اور ایسا ہی وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے بغل گیر ہوتا ہے، پس یہ سب کافر ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے۔ اس لئے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ وہ نبیوں کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ان کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خبر دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ نبیوں کے ختم

کرنے والے ہیں اور تحقیق وہ تمام خلقت کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اجماع کیا امت نے اس بات پر کہ اس کلام کے ظاہری معنی ہی مراد میں بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے۔ پس ان ایسے مدعیوں کے کفر میں قطعاً اور اجماع اور صیح کے طور پر کوئی شک نہیں ہے۔

ان حالات میں مرزا غلام احمد کے مریدوں کو پیش امام بنانا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا گزورست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِمْ عَلَيْهِ﴾ اور ﴿لَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ ترجمہ: اور نہ نماز پڑھ کسی ایک پر ان میں سے جو مرے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کے دعا کرے۔ (تحقیق) انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے۔

پس جس شخص نے دیدہ و دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس شخص کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور مناسب ہے کہ وہ اپنے تجدید نکاح کرے اور حسب طاقت آدمیوں کو کھانا کھلائے اور اگر وہ شخص علانیہ توبہ نہ کرے تو اہل سنت و الجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالمذنب محمد عبداللہ توکی از لاہور علی مد۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو نصوص قطعی کے منکر ہیں پس جو شخص نص قطعی کا انکار کرے وہ کافر ہے کافر کے واسطے بخشش مانگنا گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر) تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرو

(ان کے لئے یکساں ہے) اگر تم ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری جلال پوری۔

سوال: مرزائی کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: کفر ہے کافر کو مثل مسلمان کہنا جیسا کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ جنازہ کی دعائیں یہ لفظ آتے ہیں: اللہم من احببتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن قوفیتہ منا فوفہ علی الایمان یعنی ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا ہے اس کو ایمان پر مار۔

اس نے میت کو اپنے زمرہ اسلام میں شمار کیا اور آپ میت کے ساتھ شامل ہوا یہ اقرار عدم امتیاز کا ہے درمیان کافر اور مسلمان کے اور جو بافراور مسلمان کو برابر سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ حدیث کا فتویٰ ہے کہ جو کسی قوم سے مل کر جائے اور مل بیٹھے اور اس کا دل ویسا ہی ہو جاتا ہے اور دلعون ہو جاتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنہتہم علماء ہم فلم ینتہو فجالسوا فی مجالسہم واکلوہم وشاربوہم فضرَبَ اللہ قلوب بعضهم ببعض ولعنہم علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم۔ یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کہا باز نہ آئے۔ وہی علماء ان کے ساتھ مل بیٹھے اور مل کے کھایا پیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دل یکساں سیاہ کر دیئے اور داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ان کو ملعون بنایا۔ فقیر تلامذہ قادیانی در بھیروی از لاہور۔

- قد صح الجواب المجیب المصیب۔..... احقر محمد باقر عفی عنہ نقشبندی مجددی لاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... بندہ عبد السلام عفی عنہ ٹوٹا نوئی مولداویہ ہندی۔
- هذا الجواب صحیح و المجیب نجیح۔..... محمد یار عفی عنہ لاہور امام مسجد شہری۔
- الجواب صحیح و المجیب نجیح۔..... محمد حسن عفی عنہ مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- المجیب مصیب۔..... محمد عمر خان عفی عنہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد عالم دوم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- ذالک کذا الک۔..... محمد حسین عفی عنہ لاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔..... ابو سعید محمد حسین بنالوی۔
- الجواب صحیح۔..... محمد یونس عفی عنہ کشمیری مولدا افشاری۔
- الجواب صحیح۔..... حورہ الراجی بارگاہ حق نور الحق مانسہرہ۔
- الجواب صحیح و صواب و المجیب مصیب و مثاب۔..... نور الحق مانسہرہ مولدا۔
- لیس المثاب الا هذا الجواب و الله اعلم بالصواب۔..... عبد الوہاب پشاور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد میر عالم عفی عنہ ہزاری حال انجمن حمایت اسلام پشاور۔
- هذا الجواب الصحیح و الحق الصریح۔..... عبد الحکیم صواتی مولدا پشادری سند
- یاخت مدرسہ عالیہ رام پور ریاست۔
- الجواب صحیح۔..... نور الحسن عفی عنہ نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... خان فرمان مدرس سوم جامع العلوم کان پور۔

- هذا الجواب صحیح مطابق للحق۔..... غلام محمد عفی عنہ مدرج پوری۔
- الجواب صحیح۔..... ابو الحسن حقانی ابن مولوی ابو محمد عبد الحق دہلوی۔
- الجواب: چونکہ نماز جنازہ میں دعائے مغفرت للمیت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دعائے مغفرت للکافر ہے۔ علمائے کرام فتویٰ کفر مرزا اور اس کے قبیحین پر دے چکے ہیں بنا بریں مصلی صلوة جنازہ للمیزانی بغیر توبہ جدید مسلمان نہ ہوگا۔ عبد الرؤف مدرس مدرسہ اسلامیہ عین العلم شاہ جہاں پوری عفی عنہ۔
- الجواب صحیح۔..... بندہ سلطان حسن غفر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔
- صح الجواب۔..... عاجز عبدی سر عفی عنہ۔
- المجیب مصیب۔..... محمد خاوت اللہ مدرس مدرسہ عین العلوم۔
- الجواب: امام کو مناسب نہ تھا اس کی نماز پڑھنا اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو عہدہ امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ ابو محمد عبد الحق دہلوی۔
- قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ابو محمود محمد رمضان عفی عنہ لدھیانوی۔
- صورت مذکورہ میں امام مذکور سخت بداعت اور جرم عظیم کا مرتکب ہے اور اس لئے فاسق ہے۔ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو زجر مسلمان اس سے اسلامی تعلقات ترک کر دیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولانا مدرس امینیہ دہلی۔
- الجواب صحیح۔..... مشتاق احمد مدرس دہلی۔
- الجواب مصاب۔..... امام مذکور اگر معتقد کفر غلام احمد قادیانی کا نہیں تو بسبب ادا کرنے صلوة جنازہ بیرون اس کے کافر ہو گیا اس لئے کہ غلام احمد مذکور قطعاً کافر ہے اس نے کلام اللہ کو محرف کر دیا ہے اور تحریف کتاب اللہ کا کفر ہے اور ایضاً اللہ جل شانہ

قرآن میں فرماتا ہے ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ﴾۔ العبد الاتیم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید مفتی عبدالحمید پشاوری۔

هوالموفقی صحت نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط اسلام میت بھی ہے کما صرح به الفقهاء الکرام اگر کوئی شخص قطعاً اسلام سے خارج ہو جائے وہ جس گروہ کا ہودیدہ و دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانا ناجائز اور ایسی ناجائز کہ نماز پڑھنے والا گناہ گار و رند نہ۔ واللہ اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔ حررہ محمد عبدالحمید۔

الجواب: جب کہ اس امام نے بعد علم اس بات کے کہ وہ میت ہم عقیدہ وہم مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میت کے عقائد کفر قطعی تک پہنچے ہوئے تھے اور میت کا نائب ہونا اس کو نہ معلوم ہوا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کے متعلق دعائے مغفرت پر کافر کا حکم عائد ہوگا۔ بعض علماء نے دعائے مغفرت کافر پر حکم کفر دیا ہے اور بعض نے احتیاط کی ہے۔ بہر حال یہ فعل اجماعاً حرام ہے۔ اگر اس کو حلال سمجھے گا تو سب کے نزدیک حکم کفر عائد ہوگا۔ درمختار میں ہے ”والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر“ رد المحتار میں ہے ”رد علی الامام الوافی ومن تبعه حیث قال ان الدعاء بالمغفرة للكافر کفر“

علماء محققین فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں علماء آپس میں کفر اور عدم کفر میں مختلف ہوں تو احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔ ہاں ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اجتناب اور اس کی اقتداء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقیر حافظ محمد بخش علی عتقادی مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں۔

